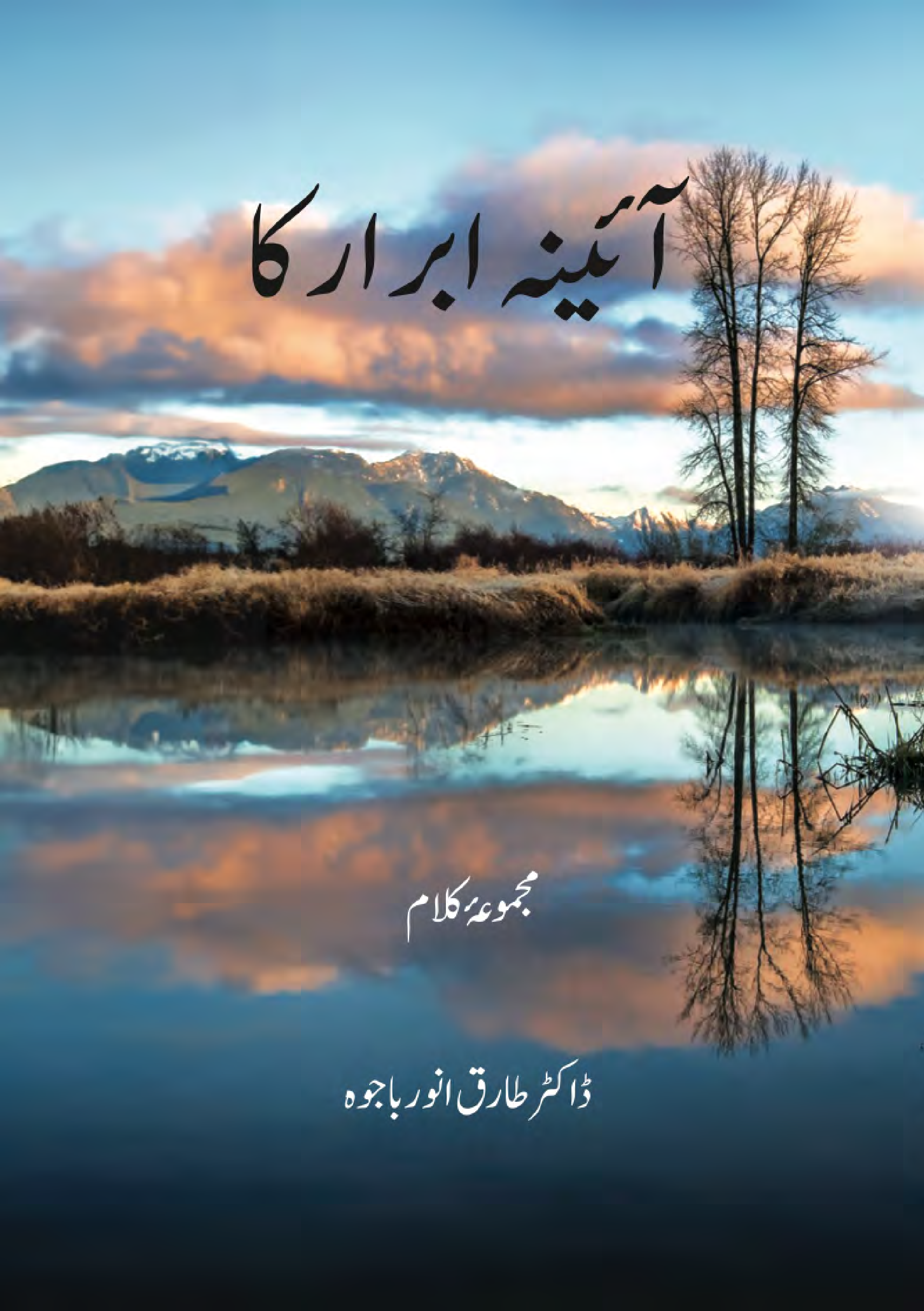


آئینہ ابرار کا

مجموعۂ کلام

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

آئینہ ابرار کا

مجموعۂ کلام

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

کتاب : آئینہ ابرار کا

﴿کلام اپریل سنہ ۲۰۲۴ تا جون سنہ ۲۰۲۴﴾

شاعر : ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ناشر : ڈاکٹر ریحانہ رحمٰن بٹ

سنِ اشاعت : ۲۰۲۴

ملنے کا پتہ :

55 Combemartin Road, London

SW18 5PP

bajwauk@hotmail.com

سرورق : عامر ملک

کمپوزیشن : نابغہ طاہر باجوہ



ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ایں چشمۂ رواں کہ بفضلِ خدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمّد است

انتساب

حق کے سب متلاشیوں کے نام

قطعہ

میرے شعروں میں بحرِ تلاطم رواں
نغمگی شُستگی میں ہے سب داستاں
چشمِ تر کر رہی ہے جو آہ و فغاں
مُسکراہٹ بکھیرے ہے لُطفِ بیاں
ہے وہی نقش دل پر جو تصویر ہے
دل پہ کرتی اثر میری تحریر ہے

....

ترتیب

محترم طفیل عامر صاحب

شاعر پر ایک ذاتی نظر

جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ ٹکڑوں میں ذہن میں آتا ہے اکٹھا ہو تو مربوط طریقے سے وہ لکھا جائے۔
میں جب پڑھتا ہوں مختلف شعراءِ کرام کے اشعار میں جنون کا لفظ، وحشت کا، صحرا کا اور مجھے یقین ہوتا ہے کہ نہ کبھی ان کو جنون ہوا ہے نہ وحشت
ہوئی ہے وہ اس کیفیّت سے گزرے ہی نہیں اور نہ ہی انہوں نے صحرا دیکھا ہے، چھاننا تو دور کی بات ہے اور نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ وہ اشعار کبھی دل میں نئیں اترتے، نہ ہی ان کا کوئی اثر ہوتا ہے
آدمی جس کیفیّت میں ہو وہ کیفیت جو بھی ہو اس کا جب اظہار ہو گا، سچی کیفیت ہو تو سچا اظہار ہو گا اور جو جو بولے گا جو لکھے گا اس سے وہ کیفیت ظاہر و باہر ہو گی۔ لیکن اس کو بھی وہی سمجھے گا جس کو ان کیفیتوں کا ادراک ہو گا اور ادراک تو ہوتا ہے جب خود اس سے گزرا ہو کسی نہ کسی حد تک آدمی خوش ہو صحیح معنوں میں تو وہ لاکھ چھپائے اپنی خوشی کو، نہیں چھپ سکتی وہ اس کے انگ انگ سے وہ پھوٹتی ہے، لفظ لفظ سے وہ پھوٹتی ہے۔ اس کا چہرہ بتا رہا ہوتا ہے، اس کی آنکھیں بتا رہی ہوتی ہیں۔ اس کے بس میں نہیں ہوتا کہ اس کو چھپا سکے قدرتی بات ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی غمزدہ ہے صدمے میں ہے تو لاکھ وہ مسکرائے قہقہے لگائے وہ بات نہیں بنتی پتہ چل جاتا ہے وہ

نہیں چھپاپاتا۔ اس کی وجہ کیاہے۔ کہ دونوں کیفیات دونوں حالتیں سچی ہیں۔ اس لیے۔ سچ کا اثر تو ہوتاہے نا! وہ سچ تو دل میں اتر تاہے۔

میں نے محترم طارق انور باجوہ صاحب جو کہ پیشے کے لحاظ سے میڈیکل ڈاکٹر ہیں اور نو عمری میں انہوں نے کوئی نظم یا غزل کچھ کہا تو پھر دانستہ اس کو ترک کر دیاروک دیا کہ اصل جو میری منزل میرا مقصودِ حیات ہے وہ میری تعلیم ہے خاص طور پر یہ میڈیکل کی تو اس کو چھوڑ کر وہ کام کرو، اُس کو فوقیت دو تو بہ فضل اللہِ تعالٰی وہ کامیاب و کامران رہے اپنی اس تعلیم میں۔ آگے پھر ایم بی بی ایس کرنے کے بعد انہوں نے پریکٹس کی پھر وہ بیرونِ ملک گئے وہاں انہوں نے ایف آر سی ایس کیا اور یہ جو تین چار سال میں ہوتا تھا ان کا ڈیڑھ پونے دو سال میں ہو گیا۔ یہ اللہ کا خاص کرم ہے اور چلتے چلتے پھر انہوں نے دیکھیں کہ غالباً نویں دسویں جماعت میں پڑھتے تھے جب خلافت کی زبان سے انہوں نے وقف کا لفظ سنا تو اسی وقت انہوں نے عہد کر لیا کہ ہاں میں نے وقف کرناہے اور خدمت کرنی ہے۔ یہ قدرت کروارہی تھی یہ ویسے حیرت والی بات ہے کہ اس ٹین ایج والی عمر میں آدمی یہ سوچ لے اور یہ ارادہ کرلے۔ یہ بہت کم ہوتاہے، ہوتا تو ہے لیکن وہ بڑے نصیبوں والے ہوتے ہیں میری دانست میں۔ مجھے کیوں نہیں ہوا یہ! اور پھر جب انہوں نے تعلیم مکمّل کرلی، ہاؤس جاب وغیرہ ہو گیا، ڈاکٹر پوری طرح بن گئے تو پھر وہ کسی افریقی ملک میں چلے گئے تین سال وقف کر کے خدمت کی۔ وہ جو بات نویں دسویں میں ان کے دل میں اٹھی تھی پھر اس کو پورا کیا اللہ تعالٰی کے فضل سے۔

کرتے کرتے پھر وہ ریٹائر ہو گئے۔ اس کے بعد وہ چیز عود آئی جو ان میں قدرتی طور پر تھی۔ یہ ودیعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ صلاحیّتیں ساری اس کی طرف سے ہوتی ہیں۔ ان میں سے یہ شعر کہنے کی صلاحیّت بھی ایک ہے۔ اگر اس کا تعلق پڑھے لکھے ہونے سے ہو تو ہر پڑھا لکھا شاعر ہو جبکہ ایسا نہیں اور اس کا پڑھنے لکھنے سے بھی معاملہ نہیں۔ بالکل جن کو چِٹّا ان پڑھ کہا جاتا ہے پنجابی میں وہ کمال کے شاعر ہیں جن کو الف بے کا پتہ نہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہوتی ہے۔ رہ گئی تعلیم کی بات تو زمانہ تعلیم دیتا ہے ان کو۔ وہ جو چِٹّے ان پڑھ ہوتے ہیں۔ ان کا دماغ ہوتا ہے، آنکھیں ہوتی ہیں احساسات ہوتے ہیں، وہ دیکھتے ہیں محسوس کرتے ہیں، پھر اپنے لفظوں میں بیان کر دیتے ہیں۔

تو پھر وہ آمد شروع ہو گئی ریٹائرمنٹ کے بعد، غیر معمولی ہوئی اور ہو رہی ہے۔

روزانہ ایک غزل ہونا یا کسی اور موضوع پر کچھ کہنا جیسے حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف شہید رضی اللہ عنہ کی بابت جو واقعہ ہوا اس کو انہوں نے منظوم کیا۔ اسی طرح اور بہت سی چیزیں ہیں۔ تو پھر وہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ تو اب یہ غیر معمولی بات ہے ہر روز کچھ نہ کچھ ہونا یہ۔

میرا ان سے تعارف ۲۰۰۲ میں ہوا ملاقات نہیں ہوئی۔ ان سے میری ملاقات ہوتی ہے ۲۰۱۹ میں۔ ادب کے حوالے سے یہ سلسلہ شروع ہوا۔ پہلی ملاقات طے تھی۔ یہ میرے پاس آئے طے شدہ ملاقات کے تحت لیکن مجھے کہیں جانا پڑ گیا۔ یہ سفر کر کے آئے تھے اور بذریعہ ریل گاڑی آئے تھے۔ میری ملاقات غالباً تین منٹ کی ہوئی ہو گی کھڑے کھڑے۔ تو ان کا جو ردِّ عمل تھا میں تو اسی کی بنیاد پر گرویدہ ہو گیا تھا، متاثر کُن تھا۔ خیر اس کے ایک ہفتے بعد دوبارہ ملاقات

ہوئی اور میں خود ان کے ہاں گیا اور وہ پہلی ملاقات تھی میری۔ ہم غالباً ٹھیک طرح وقت یاد نہیں لیکن دو اڑھائی گھنٹے یا شاید تین گھنٹے تک ہم دونوں بیٹھے باتیں ہوئیں اور حقیقت یہ ہے کہ مجھے پیار تو اسی دن ہو گیا تھا اس پہلی ملاقات میں اور اس کے بعد یہ سلسلہ چل نکلا۔

وہ جو کہتے ہیں فون پر ایک ادبی گروپ ''گلستانِ احمد'' میں بھیجتے ہیں اور مجھے الگ سے بھی بھیجتے ہیں اور احباب کو بھی بھیجتے ہوں گے میرا قیاس ہے پتہ نہیں۔ پوچھا نہیں۔ میں ان کا ایک ایک لفظ ایک ایک شعر پڑھتا ہوں۔ بعض دفعہ دو دفعہ پڑھتا ہوں پھر جو سمجھ میں آئے وہ بیان بھی کرتا ہوں۔ اس میں سے جو قابلِ قبول ہو وہ قبول بھی کر لیتے ہیں۔

اگر میں ان سے ملا نہ ہوتا، ان کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا نہ ہوتا تو جس یقین سے میں بات کر رہا ہوں اور جو ادراک مجھے ہوا ہے یہ شکل نہ ہوتی یہ یقین نہ ہوتا۔

خلافت سے محبّت، سلسلہ کی تعلیم کا مطالعہ، عملاً جاں نثاری کی کیفیّت، یہ وہ چیزیں ہیں جو ان کی شاعری میں ہیں۔ جو شخص کسی کیفیّت میں سے گزرا نہیں اس کو وہ بیان کیا کرے گا۔

طفیل عامر

لندن

•••

محترم ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کی کتاب " آئینہ ابرار کا " کی اشاعت پر میں انہیں دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ نہایت خوشی کی بات یہ ہے کہ

ڈاکٹر صاحب نے بہت تھوڑے وقت میں بہت زیادہ دلوں میں جگہ بنائی ہے اور ادبی محفلوں میں بڑی چاہت اور محبت سے بلائے جاتے ہیں آپکی شاعری میں خلافت سے محبت اور عقیدت جابجا نظر آتی ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب کے گزشتہ تین سالوں میں چودہ شعری مجموعے منظر عام پر آ چکے ہیں جو یقیناً حیرت انگیز اور قابل تحسین بات ہے۔

اللہ تعالی محترم ڈاکٹر صاحب کی عمر و صحت میں برکت عطا فرمائے اور ہم ان کے شاداب کلام سے یونہی فیضیاب ہوتے رہیں۔ آمین

مبارک صدیقی

لندن

اظہارِ تشکّر

الحمدللہ کہ اپنا شعری مجموعہ "آئینہ ابرار کا" پیش کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔اس سے پہلے میرے گیارہ مجموعہ ہائے کلام کو جس طور سے پذیرائی ملی، اس کے لئے سب سے پہلے اپنے ربِّ کریم کا اور اس کے بعد فرداً فرداً تمام احباب کا تہہِ دل سے شکر گزار ہوں۔

جیسا کہ اپنی پہلی کتاب " لبِّ لباب " کی ابتدا میں، میں نے ذکر کیا تھا کہ ۱۸ مئی ۲۰۲۰، ۲۵ رمضان المبارک، کی رات حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدّہ اللہ تعالٰی کو اچانک چوٹ لگ جانے کی فکر میں دل پر گہرا اثر تھا۔ دُعا کر کے سویا تو خواب میں خود کو ایک لمبی نظم پڑھتے ہوئے پایا۔ آنکھ کھلی تو احساس تھا کہ پوری نظم یاد ہے، ابھی لکھ لوں گا تاہم لکھنے بیٹھا تو نظم تو بھول گئی تھی، محض اس کی طرز یاد رہی تھی جس پر ایک نظم لکھ کر حضورِ انور کی خدمت میں بھجوا دی۔ لیکن اس وقت یہ احساس ہوا کہ اللہ تعالٰی نے جیسے شاعری سکھا دی ہے اور اب میں آسانی سے شعر کہہ پاؤں گا۔ چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالٰی نے خود مدد کی اور رہنمائی فرمائی اور میں نے روزانہ ایک غزل یا نظم کہنا شروع کر دی۔

میرے ذہن میں قرآنِ کریم کی یہ آیت تھی کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ تُو کہہ دے کہ اگر سمندر دواتیں بن جائیں تا کہ میرے رب کے کلمات لکھ سکیں تو وہ ختم ہو جائیں گے خواہ ویسے ہی سمندر دوبارہ لے آئیں لیکن تیرے رب کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ تو

اگر خدا تعالٰی کی کائنات پر غور کیا جائے تو ایک نظم تو روزانہ کہی جا سکتی ہے۔ اللہ کا فضل ہے کہ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے الحمدللہ

"لبِ لباب" میں میرا، دسمبر ۲۰۲۰ تک کا، سارا کلام شامل تھا۔ اس میں سے غزلیات کا حصّہ الگ کر کے "چاک دامانِ جنوں" کے نام سے شائع کیا گیا۔ میری تیسری کتاب ،جس کا نام استاذِ المکرم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نے از راہِ شفقت "ہم قدم دم بدم" تجویز فرمایا تھا، میں یکم جنوری ۲۰۲۱ سے ۳۱ مارچ ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل تھا جو زیادہ تر غزلیات پر مشتمل ہے۔

"در آئینہ صفِ دوستاں" میں یکم اپریل ۲۰۲۱ سے لے کر ۳۰ جون ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل کیا گیا۔ "نصیبِ چارہ گری" میں یکم جولائی ۲۰۲۱ سے ۳۰ ستمبر ۲۰۲۱ اور "باز گشت" میں یکم اکتوبر ۲۰۲۱ سے ۳۱ دسمبر ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل ہوا۔ "پیتم بِن مَن سُونا" میں یکم جنوری ۲۰۲۲ سے ۳۱ مارچ ۲۰۲۲۔ آٹھویں مجموعہ میں یکم اپریل سے ۳۰ جون ۲۰۲۲ تک اور نویں "مجموعہ سرنامۂ نور" میں یکم جولائی ۲۰۲۲ سے ۳۰ ستمبر ۲۰۲۲ تک کا کلام شامل ہے۔۔ دسواں مجموعہ خلافت سے متعلّق کلام پر مشتمل ہے جبکہ "ایک اور ایک گیارہ" اکتوبر ۲۰۲۲ سے لے کر اگست ۲۰۲۳ تک کے کلام پر مشتمل ہے۔ " بَرشگالِ نُور "ستمبر ۲۰۲۳ سے لے کر دسمبر ۲۰۲۳ تک کے کلام پر مشتمل ہے۔ "گمان سے یقین تک" جنوری تا مارچ ۲۰۲۴ اور یہ مجموعہ "رنگِ وفا دیکھو تو"

اپریل تا جون ۲۰۲۴ کے کلام پر مشتمل ہے۔ "آئینہ ابرار کا" تیرھویں اور چودھویں مجموعے کی چنیدہ غزلیں ااور نظمیں الگ کر کے تیّار کی گئی ہے۔

دیگر مہربانوں کے ساتھ، محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو باقاعدگی سے میرا کلام دیکھ کر حسبِ ضرورت اصلاح بھی فرما دیتے ہیں۔ اس کتاب کا نام بھی ان کا منظور کردہ ہے۔ اور مجھے حیرت ہوتی ہے کہ کس قدر محنت کے ساتھ انہوں نے ایک ایک لفظ کا جائزہ لے کر اپنی مفصّل رائے کا اظہار فرمایا ہے۔

اس کے علاوہ میں اپنے ان اساتذہ اور دوستوں کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے اس قابل سمجھا کہ وقت نکال کر اپنی رائے سے نوازا۔ مکرم و محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نے ہر بار ایک خوبصورت پیش لفظ سے نوازا اور محترم عبد الشکور صاحب نے امریکہ سے، مبارک احمد صدیقی صاحب اور خاص طور پر مکرم طفیل عامر صاحب نے اپنی خصوصی آرا سے نوازا۔ ڈاکٹر منوّر احمد کنڈے صاحب نے حسبِ معمول کتاب پر نہ صرف رائے کا اظہار فرمایا بلکہ ہر دفعہ ایک خوبصورت نظم سے بھی نوازا۔ اللہ ان سب کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی سے نوازے اور احسن ترین جزا عطا فرمائے۔ آمین!

خاکسار

ڈاکٹر طارق انور باجوہ ۔ لندن

حمدِ باری تعالیٰ

اے خدا ، اے مرے محسن ، اے مرے پیارے سجن
تجھ سے ملنے کی تڑپ، کیسی ہے یہ دل میں لگن

حسن و احسان ترا دیکھ کے واری جاؤں
تجھ پہ قربان ہوا جائے مرا تن، من، دھن

ذرّہ ذرّہ تری قدرت کا ہے شہکار بنا
دیں گواہی تری، گردش میں جو اجرامِ کُہن

تجھ پہ شاہد ہیں فلک، چاند، ستارے، سورج
تیری تخلیق زمیں، دشت و چمن، کوہ و دمن

آنکھ بینا ہو تو ہر سمت دکھائی تُو دے
شرک سے پاک نظر آتا ہے تیرا مسکن

میری خوراک کا ساماں ہے میسّر ان میں
بحر و بر، دشت و جبل سارے ہیں گویا مخزن

کیا درختوں میں نہاں آگ نظر آئے کبھی؟
جیسے پانی میں ہی پوشیدہ رہے روحِ بدن

زندگی کی ہوئی بنیاد تو مٹّی، پانی
خاک کا پُتلا ہوا نور سے جگ مگ روشن

ایک نقطے سے کہیں زیست کا آغاز ہوا
نفسِ واحد سے کیے پیدا سبھی مرد و زن

مرد کے کاندھے پہ ڈالا ہے سنبھالے اس کو
اور تخلیق کا مرکز ہوا عورت کا بطن

پھول رنگینی سے، خوشبو سے بلائے اس کو
بیج پھیلائے کوئی بھونرا یہ کرتے ہیں جتن

گھومتا پھرتا ہے اس میں جو ملا اس کو مدار
دائرہ جس کا ہے جتنا وہ اسی میں ہے مگن

جس کو فرصت ہو ذرا غور سے دیکھے اس کو
کیسے مل جاتا ہے چوپائے سے انساں کو لبن

جلوۂ حسن تو ہر سمت نظر آتا ہے
لحنِ داؤدی جہاں سے ہے وہیں کام و دہن

ان گنت تیرے ہیں احسان نہ ہو ان کا شمار
حمد ہو تیری بیاں کیسے ہے محدود سخن

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 29 فروری 2024ء)

• • • • • • • • • • •

حمدِ باری تعالیٰ

سبق جو فطرتاً توحید کا سکھایا ہے
تو کائنات کو بھی رہنما بنایا ہے

رہے نہ کوئی بھی امکان تیری دوئی کا
نہ تیرا آئینے میں عکس ہے ، نہ سایہ ہے

کہاں تھی وسعتِ دل کے سوا جگہ تیری
اسی لئے ترا جلوہ یہاں بسایا ہے

جو تیرا قرب میسّر ہے آدمی کو بتا
کہیں جہاں میں کسی اور نے بھی پایا ہے

کبھی نظر تری رحمت کی پڑ ہی جائے گی
یہ تیرا بندہ ، ترے آستاں پہ آیا ہے

نہیں ہے دولتِ دنیا سے کچھ غرض مجھ کو
کہ تیری یاد مری عمر بھر کی مایا ہے

وصال ہو ترا ، راضی تُو مجھ سے ہو جائے
مجھے گناہوں سے اس شوق نے بچایا ہے

ترے حضور میں طارقؔ کی حاضری تو ہو
یہ تیرے سامنے سجدوں میں سر جھکایا ہے

•••••••••••

حمدِ باری تعالیٰ

یہ زمین آسمان اس کے ہیں
بلکہ سارے جہان اس کے ہیں

روح اس در پہ سجدہ ریز رہے
اپنا دل ، جسم و جان اس کے ہیں

کوہ و دریا ستارے شمس و قمر
سارے روشن نشان اس کے ہیں

ہم جو آئے یہاں پہ تھوڑی دیر
یہ تو سب امتحان اس کے ہیں

حمد پوری ہے اس کی ناممکن
ہم بھی تو ہم زبان اس کے ہیں

کیا بشر، کیا شجر ، زمان و مکاں
سب ہی رطب اللّسان اس کے ہیں

میکدے میں جو آئے ہیں ساقی
سارے ہی ترجمان اس کے ہیں

تُو جو اُس کا ہو ، تیرے ہو جائیں
جو زمان و مکان اُس کے ہیں

کون آتا ہے، کون جاتا ہے
فیصلے تو مہان اُس کے ہیں

رابطے کا ہیں اک ذریعہ وہ
جو مَلک درمیان اس کے ہیں

طارق آئے جو آسماں سے پیام
وہ تو سارے بیان اس کے ہیں

حمدِ باری تعالیٰ

تحقیق کرنے والے بھی کرتے ہیں اعتراف
اس کائنات میں کوئی دِکھتا نہیں شگاف

دعویٰ ہے خود بخود بنے ارض و سما مگر
اب حق کے سامنے تو ٹھہرتی نہیں یہ لاف

قرآں نے جو بھی علم دیا کائنات کا
ہر نقطہ جو بتایا ہے، ثابت ہوا وہ صاف

اپنا میں نقطۂ نگہ سمجھاؤں بھی تو کیا
جو بات بھی کروں اُسے مجھ سے ہے اختلاف

قائل نہیں جو آج ، کل ایمان لائیں گے
مانیں اسے جو بڑھ رہا ہے ان کا اب گراف

دیکھا جو حسن اس کا وہیں پر ہیں مر مٹے
آنکھوں سے ہٹ گئے ہیں پڑے جو رہے غلاف

دل اس کی یاد میں یہ تڑپتا ہے کس لیے
کہتے ہیں لوگ ہو گیا ہے عین شین قاف

طارقؔ اسی کے حسن سے گھائل ہوئے ہیں سب
کر دے جو لغزشیں بھی ہماری ، ہمیں معاف

....

ہستی باری تعالیٰ

اُس کی ہستی کے بارے اٹھاؤ سوال
نقش فطرت میں ہے ، ڈھونڈتے ہو جمال
اپنی کوشش سے کیسے پہنچ پاؤ گے
فضل اس کا ہوا تو وہ مل جائے گا
سو ضروری ہے کچھ کام ایسے کرو
تم سے راضی ہو ، رحم اس کا تم کھینچ لو

اُس کو قادر اگر تم خدا مان لو
حسن اور اس کے احسان کو جان لو
عالمیں کا وہ رب ہے وہ رحمان ہے
اس کی رہ میں جو کوشش کرے تو رحیم
ہے وہ مالک سو اک دن وہ لے گا حساب
ہے صفت اس کی ہر ایک رحمت کا باب

اس کو اِخلاص سے پائے کر کے دُعا
اس کے احکام پر پھر عمل وہ کرے
اس کی رہ میں جو کوشش کرے ڈھونڈ لے
اس کے در پر جھکے اس کو سجدے کرے

ذات پر اپنی ، خود وہ دلائے یقیں
شرط ہے استقامت کا رستہ مبیں
ہاں وہ رستہ ، پڑے جس پہ انعام ہیں
پائیں دل ، جن پہ ہوتے پھر الہام ہیں
کشف پاتے ہیں وہ ، قلب تنویر ہو
ان پہ ظاہر جو قرآں کی تفسیر ہو

ہے غضب جن پہ اترا ، انہیں چھوڑ دیں
مت چلیں ساتھ ، بھٹکے جو اس راہ سے

اس کو اِخلاص سے کوئی ڈھونڈے اگر
اپنی محنت کا پائے گا بے شک ثمر
ذات پر اس کی سب سے یہ بڑھ کر دلیل
خود کو کر دے ، عیاں ذاتِ ربِّ جلیل

....

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

" بھیج درود اس محسن پر تُو دن میں سو سو بار "

"پاک محمد مصطفٰے ، نبیوں کا سردار ﷺ"
خیرہ کر دے چہرہ ، دل پر ، نازل ہوں انوار

اُس کے آگے موسٰی، عیسٰی کھڑے ہوئے لاچار
سب سے اونچا تخت اسی کا ، آئے نبی ہزار

اس پر بھیج درود ، دعا کر ، ہو گی عرش کے پار
روک سکے گی اس کو کیونکر پھر کوئی دیوار

وہ ناؤ کو طوفانوں میں لے کر جائے پار
چلتا ہے جو اس کے پیچھے دے وہ پار اتار

بھیج درود اسی پر ، دن بھر ، یوں ہی رات گزار
اس کو یار بنا لے جلدی ، جیون کے دن چار

چھوڑ کے جائیں گے کیسے جب ایک وہی سردار
اس کے ساتھ کئے ہیں ہم نے پکّے قول قرار

اس کا چہرہ دیکھ کے اس پر دیں ہم سب کچھ وار
دین سے الفت ، سب سے بہتر ، ہیچ ہے یہ سنسار

طارقؔ نام محمدؐ سن کر رہا نہ جائے یار
"بھیج درود اس محسن پر تُو دن میں سو سو بار"

••••••••

نعتِ رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ و سلّم

ذکر ہو اِس ماہ میں ، ماہِ عرب ﷺ کا بار بار
سب سے بڑھ کر نعمتوں میں اُس کا ہوتا ہے شمار

قوّتِ قدسی ہے اس کی جس سے سارے پھل لگے
اس کے دم سے ہر طرف پھیلے ہیں اب باغ و بہار

حسن اور اخلاق کا کامل نمونہ اس کی ذات
وہ خدا کی قدرتوں کا دیکھ لو ہے شاہکار

اس سے پہلے کب نظر آیا کوئی ایسا حسیں
ساتھ اس کے ہو گئے ، سب چھوڑ کر اپنے دیار

سب مخالف ہو گئے اس نے ذرا پروا نہ کی
دے دیا پیغامِ حق گرچہ سہے دشمن کے وار

ہو گئے دشمن بھی قائل ، عشق اُس کو رب سے ہے
دی گواہی سب نے ہے اس کو فقط رب سے ہی پیار

خُم لنڈھاتے ، نازنینوں سے جنہیں فرصت نہ تھی
آ گئے سب چھوڑ کر ، اس کے لئے دیوانہ وار

یاد کرنا اپنے رب کو ہر گھڑی معمول تھا
ذکر ہر پل پیار سے کرتا تھا اُس کا بار بار

"صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہِ ذقن
واں مسیحِ ناصری شد از دمِ اُو بے شمار"

اے خدا رنجور ہیں ، اِس پر خزاں کا دَور ہے
پھر محمّد مصطفٰے ﷺ کے باغ میں آئے بہار

••••••••

سیراب تا زمیں کرے، دریا بنا دیا

سیراب تا زمیں کرے ، دریا بنا دیا
دستور ، آسمان سے اترا ، بنا دیا

جب یہ زمیں بہشت تھی بھیجا گیا یہاں
انساں نے دیکھ اِس کو بھی ہے کیا بنا دیا

مقصد حیات کا تھا ، تعلّق خدا کے ساتھ
پھر کس نے اُس کو حاصلِ دنیا بنا دیا

وہ چاہتا تھا اس سے محبّت کرے کوئی
خود کو محبّتوں کا ہی شیشہ بنا دیا

دنیا کو امتحان بنایا خدا نے جب
پھر کس نے اِس کو ایک تماشا بنا دیا

بادل اتار کر کہیں دریا بہا دیئے
سورج کہیں پہ روک کے صحرا بنا دیا

دل میں رکھی تلاش خود اپنی ہی ذات کی
پھر ساری کائنات کو چہرہ بنا دیا

وہ ایک شخص معتبر جس کا وجود ہے
تم نے اُس ایک شخص کو کیا کیا بنا دیا

طارقؔ نکل نہیں سکے ، کرنے اسے تلاش
تب اُس نے اپنے سامنے پردہ بنا دیا

••••••••

چشمِ بینا کو نظر آئے وہ جلوہ پیار کا

چشمِ بینا کو نظر آئے وہ جلوہ پیار کا
محوِ حیرت ، دیکھ کر احسان ہے ، سرکار کا

تھا جو اسماعیل میں مادہ اطاعت کا بھرا
ہو گا بچہ بھی تو مظہر ، باپ کے کردار کا

لوگ کہتے ہوں اگر شوریدہ سر اور خود غرَض
کون موقع ڈھونڈتا ہے ، لطف کے اظہار کا

جانتا کوئی نہیں ہے اس کے اسرار و رمُوز
رازداں کوئی نہیں ، قدرت کے کاروبار کا

چاند ، سورج سے منوّر ہو کے لگتا ہے حسیں
اور نظّارہ ستاروں میں اُسی چمکار کا

حسنِ یوسُف میں نظر آئی تھی اک تیری جھلک
تھے محمّدؐ ایک اُسوہ ، حسن کے شہکار کا

دل کا اطمینان کھویا ، ہم نے جب کھویا تجھے
ذکر کس سے اب کریں گے ہجر کے آزار کا

آتی جاتی سانس بھی مرہونِ منّت ہے تری
تیرے بِن کیسے گزارا ہو دلِ بیمار کا

ہر گھڑی ہے رابطہ جب تک کہ دم میں دم ہے یہ
دل کی دھڑکن نام لیتی ہے اسی دلدار کا

زندگی کی ناؤ ہاتھوں میں ہے جس کے ، نا خُدا
فیصلہ کرتا ہے چن کر راستہ پتوار کا

سائباں بن کر ہمیشہ کے لئے رہتا نہیں
اعتبار آئے گا کیا پھر چرخ۔ ناہنجار کا

ڈھونڈ لے طارق اسے جو عمر بھر کا ساتھ دے
چاہئے کیا ساتھ مل جائے اگر ابرار کا

....

لباس پاک صاف پر تمھیں جو داغ ہی ملے

لباس پاک صاف پر تمھیں جو داغ ہی ملے
خدا کرے تمھیں حقیقتوں کی آگہی ملے

ہمارا ہر خبر سے اب تو اعتبار اٹھ گیا
خبر درست ، ہو وہ چاہے تلخ ہی سہی ملے

ہماری اپنی مرضیاں تو ان کے آگے ہیچ ہیں
عمل ہو ان پہ کہہ کے یہ اوامر و نہی ملے

خرَد نہ جب دکھائے کوئی ظلمتوں میں راستہ
خدا کھڑا کرے کوئی ولی جسے وحی ملے

خدا نہ گر کرے کلام ، کیسے ہوں کرامتیں
کہاں کسی کی پھر دعا قبول ہو رہی ملے

محبّتوں کا دعویٰ کرنے والے مل گئے بہت
جو دیکھا ان کو غور سے تو دامنِ تہی ملے

بہت سے قیمتی ہیں مشورے جو پیش کر دیئے
جو ڈھل گئے ہیں شعر میں وہ لفظ تو یہی ملے

وہ ایک ذات جس کی بات بات میں ہیں حکمتیں
ہماری جستجو تو ہے کہ اک ہمیں وہی ملے

نہ طارق ایسی بات کیجئے کہ آس توڑ دے
روایتوں میں دیکھئے ، یہ بات بھی کہی ملے

••••••••

وہ خُدا ہے !، جُدا نہیں ہوتا

وہ خُدا ہے !، جُدا نہیں ہوتا
دل میں جب ما سوا نہیں ہوتا

بیٹھ جاتے ہیں آ کے بُت دل میں
بتکدہ خود بنا نہیں ہوتا

جا کے واپس نہ آ سکے کوئی
"ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا"

لوگ پھر کیوں بھٹکتے پھرتے ہیں
کیا خِضَر رہنما نہیں ہوتا

کیا ہوا اب کہ لوگ کہتے ہیں
بندگی میں بھلا نہیں ہوتا

نفرتوں کے نہ بیج بوتے گر
زہر دل میں بھرا نہیں ہوتا

یہ تو صحبت کا ہے اثر ورنہ
کوئی اچھا ، بُرا نہیں ہوتا

باغ میں کب سے ہے بہار آئی
زخمِ دل کیوں ہرا نہیں ہوتا

عشق کا کچھ علاج ہو جائے
دردِ دل لا دوا نہیں ہوتا

سوہنی بھی ڈوب کر مرے کیا اب
گھر میں کچا گھڑا نہیں ہوتا

راستہ مجھ کو کیسے بتلائے
جس کو اپنا پتا نہیں ہوتا

بھول جاتے ہیں لوگ دنیا میں
کیا یہ خود ہی بتا ، نہیں ہوتا ؟

آس خود ہی نہ چھوڑ دے ورنہ
کوئی بے آسرا نہیں ہوتا

آس رحمت کی کیوں رکھے جس کے
رحم دل میں ذرا نہیں ہوتا

طارقؔ اس بے ثبات دنیا میں
دُکھ ہو یا سکھ ، سدا نہیں ہوتا

••••••••

بن مانگے دے رہا ہے خدا ، بار بار دے

بن مانگے دے رہا ہے خدا ، بار بار دے
جب جس کی چاہتا ہے وہ قسمت سنوار دے

اس کے حضور جھک کے کریں التجائیں جو
کرنے کو سارے کام فرشتے اتار دے

واجب ہے اس کا شکر کرے بندہ ہر گھڑی
دیتا ہے ایک دکھ تو وہ نعمت ہزار دے

طوفان لے کے آئے غضب میں وہ جب بڑھے
کشتی میں پھر کسی کسی کو پار اتار دے

جس دل میں اپنے پیار کی دیکھے وہ اک جھلک
لاکھوں گنا وہ آگے ہو کے اس کو پیار دے

ایسے بھی تو وفا کا کبھی امتحان لے
صیقل کرے وہ دشت میں جس کو اتار دے

پتھر کو بھی بنائے وہ سونے کی اک ڈلی
کندن بنا کے ہاتھ سے اپنے نکھار دے

دے کر وہ حکم باپ کو بیٹا کرو فدا
بیٹے کو پھر ہٹا کے وہ مینڈھا اتار دے

جب ہر قدم پہ ساتھ وہ دیتا ہے پیار سے
بندے کا بھی تو حق ہے وہ بھی جان وار دے

پڑتی ہیں جب ہمارے سر پہ آزمائشیں
"وہ دل ہی کیا جو خوف سے میدان ہار دے"

طارق اسی کی دی ہوئی ہے جب یہ زندگی
جاں بھی فدا ہوئی تو کہاں قرض اتار دے

....

تیغ چھڑا کے ہاتھ سے تُو نے قلم عطا کیا

تیغ چھڑا کے ہاتھ سے تُو نے قلم عطا کیا
حق کے لئے ہی یہ قلم لکھتا رہے مرے خدا

مکر و فریب کو سدا آئینہ ہے دیا دکھا
سچ کو سدا ہے سچ کہا جھوٹ کو ڈر رہے مرا

تیغ و تفنگ چھوڑ کر امن کی رہ بتائے گا
میرے نبی نے تو پتہ مہدی کا تھا یہی دیا

جگ کو پیام دے کے جب تیرا مسیح چل دیا
اپنے کرم سے تُو نے پھر دی ہے خلیفہ کی عطا

اب تُو دلوں کو کھول کر ، نُور کا یوں ظہور کر
کتنے اسیر راہ و رسم جو ہیں یہاں ہوں اب رہا

ظلم کی چکّیوں میں یوں پستا رہے نہ اے خدا
وہ جو سمجھ رہا ہے یہ گھر سے جہاد پر چلا

ظلم کی حد ہوئی ہے اب کوئی نہیں تُو ہی بچا
ظلم کا ہاتھ روک دے اِس کو نہیں ہے کچھ حیا

آئیں تری طرف سبھی اس میں ہی سب کی ہے بقا
تیرے ہی در پہ ہوں جھکا تجھ سے کروں یہ التجا

•••••••••••

کہا کسی نے ہوئے ظلم کا سبب پتھر

کہا کسی نے ہوئے ظلم کا سبب پتھر
مگر تھا دل کا اندھیرا, نہ تیرہ شب پتھر

جواب ان کو دعاؤں کا کیسے ملنا تھا
بنا لئے تھے انہوں نے تو اپنے رب پتھر

جو وہ نہ مل سکا ان کو تو سجدہ کرنے کو
پجاری لے گئے تھے اس کے گھر کے سب پتھر

نہ جانے کیسے یہ قسمت پہ ہوں اثر انداز
کہ پہنے جاتے ہیں انگلی میں اب غضب ، پتھر

اگرچہ واقعہ گزرے یہ ہو گئیں صدیاں
کہو تو گریہ و زاری سنو بہ لب پتھر

جُدائی ایسی ہوئی باپ کی تھی بیٹے سے
کہ انتظار میں آنکھیں ہوئی تھیں تب پتھر

سوال جب ہوا تھا بھائیوں سے یوسف کا
جواب اس کو بھلا دے سکے تھے کب , پتھر

پکارتی تھی اَحد کی صدا ، زبانِ بلال
گھسیٹا جاتا تھا سینے پہ رکھ کے جب پتھر

احد پہاڑ کے وہ خوش نصیب تھے کتنے
رسولِ پاک کے آ ئے تھے جو عقب ، پتھر

جہاں نماز پڑھائی گئی تھی نبیوں کو
نشاں ہیں قبلہٗ اوّل کے با ادب ، پتھر

طواف کرنے گیا جب حرم تو دیکھ لیا
وہاں تو روندتے ہیں لوگ روز و شب ، پتھر

نصیب کیسا ہے اُس کا ہر ایک چومتا ہے
ہے ایک کونے میں کعبے کے جو عجب ، پتھر

جہاں میں پھولے سماتا نہیں ہے وہ طارق
وہاں پہ چھُو گئے جس کے بھی دست و لب ، پتھر

....

کہہ کے آئے، حبیب ساری رات

کہہ کے آئے ، حبیب ساری رات
میں ہوں تیرے قریب ساری رات

آنکھ کُھلتی ہے اُٹھ نہیں پاتا
خواب دیکھا عجیب ساری رات

جان پروانوں نے فدا کر دی
شمع نے دی صلیب ساری رات

آ نہ جائے کوئی مرے گھر میں
جاگتا ہے رقیب ساری رات

اس کو لکھنا پڑا حساب بہت
کب ہے سویا حسیب ساری رات

تم تو ہو نرم گرم بستر میں
کوئی ، ٹھٹھرا غریب ساری رات

وقت کم ہے اُٹھو کہ جانا ہے
کہہ رہا تھا نقیب ساری رات

التجا اس سے کر کے دیکھو تو
سن رہا ہے ، مجیب ساری رات

ٹل گیا ہو گا وہ دعاؤں سے
تھا جو خطرہ مہیب، ساری رات

کون جاتا ہے اُس محلّے میں
پر نہ لوٹا نجیب ساری رات

تم تو سجدے میں گر گئے طارق
اُن کا سویا نصیب ساری رات

....

جہاں چل رہی ہیں مخالف ہوائیں

جہاں چل رہی ہیں مخالف ہوائیں
ہوئیں زہر آلود اتنی فضائیں

اگر سانس لینے سے بھی خوف کھائیں
تو کیسے محبّت کی پینگیں بڑھائیں

ہیں بیکار جنگل میں دیں جو صدائیں
ہوئے ہیں جو وحشی کہاں لوٹ آئیں

ترے نیک بندے کہاں اور جائیں
ترے روبرو کر رہے ہیں دعائیں

خدایا یہ سب دُور کر دے بلائیں
وطن کو مرے چیل کوّے نہ کھائیں

انہیں ، رحم کر ، سیدھا رستہ دکھا دے
نہ ہو ، آگ نفرت کی ، ان کو جلا دے

....

بس میں یہ گردشِ حالات نہیں ہوتی اب

بس میں یہ گردشِ حالات نہیں ہوتی اب
ضبط کیوں گرمیٔ جذبات نہیں ہوتی اب

روشنی میں تو مجھے چلتے چلے جانا ہے
بیٹھ کر دن میں یونہی رات نہیں ہوتی اب

ہو گا احساں جو چلے آیا کرو خوابوں میں
تم سے ہر روز ملاقات نہیں ہوتی اب

گو بظاہر تو سمندر کی سی طغیانی ہے
دل کے اندر ہے جو وہ بات نہیں ہوتی اب

میں اُڑا جاتا ہوں طوفان میں بادل کی طرح
آگ پر پانی کی برسات نہیں ہوتی اب

زندگی شمع کی مانند پگھلتی دیکھی
جو بچی ہے ، کیوں وہ سوغات نہیں ہوتی اب

نام بھی اس کا اگر لوں ، تو بہت شور پڑے
خامُشی سُن کے یہ حالات نہیں ہوتی اب

ہار مانی تھی کبھی دل سے یہ اقرار تو ہے
روح کو اپنی کبھی مات ،نہیں ہوتی اب

چھوڑ کر اس کو پتہ اور کہیں کیوں ڈھونڈوں
وہ کسی طور جُدا ذات ، نہیں ہوتی اب

اس کی مرضی ہے ملے یا نہ ملے شکوہ کیا
تم سے پابندیٔ اوقات نہیں ہوتی اب

کیا ہے مرضی تری ، چاہے تُو ، کہے وہ طارق
کیوں بھلا تجھ سے مناجات نہیں ہوتی اب

عجیب کیوں تجھے لگتا ہے بولتا ہوں میں

عجیب کیوں تجھے لگتا ہے بولتا ہوں میں
کہ میٹھا رس ترے کانوں میں گھولتا ہوں میں

میں غور و فکر جو کرتا ہوں کائنات پہ خود
بتائے راز ہیں اس نے جو کھولتا ہوں میں

کسی کی آنکھوں سے پیتا ہوں مے جو عرفاں کی
نشے میں اُڑ کے فضاؤں میں ڈولتا ہوں میں

فریب کار بھلا اس کی قدر کیا جانیں
صداقتوں کے خزانے جو رولتا ہوں میں

یہ کہہ کے ، ڈال کے سوچوں میں وہ روانہ ہوا
کہ وہ خیال ہی جس کا نہ مول تھا ، ہوں میں

ہے اعتراض مرے بولنے پہ طارقؔ کیوں
کہ جو بھی بات کروں پہلے تولتا ہوں میں

....

جانتی تھی کیا براہیمی نظر اِس راز کو

جانتی تھی کیا براہیمی نظر اِس راز کو
آگ ہو جائے گی ٹھنڈی ، دیکھ کر جانباز کو

اب تو اس کی ہر ادا پہلے سے بڑھ کر ہے حسیں
عشق نے صیقل کیا ہے حسن کے انداز کو

گُفتگو اس سے کئے بِن رہ نہ سکتے تھے کبھی
اب تو بتلاتے نہیں وہ درد بھی ہمراز کو

ابتدا میں ، ایک سجدے سے گریزاں جو ہوا
آج بھی مانے ہے کب انسان کے اعزاز کو

جو چٹانیں چھوڑ کر اب آگیا محلوں میں ہے
کیا ممولے سے لڑائے گا کوئی شہباز کو

آسماں سے جس کا اپنا رابطہ ہے ہی نہیں
روک پائے گا بھلا کیسے مری پرواز کو

میں نے تو ہر سمت دے دی ہے صدائے صبحِ نو
کوئی شاید جاگ جائے سن کے اس آواز کو

کیوں مریضِ وقت کا ملتا نہیں کوئی طبیب
ڈھونڈتی پھرتی ہیں نظریں گو کسی اعجاز کو

پھر نظر آئے گا موسیٰ پھینکتے اپنا عصا
ہارتے دیکھیں گے پھر لائے جو نو سر باز کو

بے تکلّف لوگ بھاتے ہیں مرے دل کو بہت
کیسے ردّ کرتا بھلا میں دعوتِ شیراز کو

طارق اہلِ شہر سے ، اپنا بھروسہ اُٹھ گیا
ڈھونڈتے ہیں گاؤں میں چل کر کسی دم ساز کو

••••••••

جو کھانا ہمیں روکھا پھیکا نہ آیا

جو کھانا ہمیں روکھا پھیکا نہ آیا
ہوئی کوئی شادی ، عقیقہ نہ آیا

وہ دینے کو تیّار تھا مانگتے جو
ہمیں مانگنے کا سلیقہ نہ آیا

گلِ تازہ اِخلاص سے پیش کرتے
مگر راستے میں حدیقہ نہ آیا

حقائق کو ہم نے کیا آشکارا
خوشامد کا ہم کو طریقہ نہ آیا

کیا تو بہت یاد کہنے کو لیکن
زباں پر قصیدہ انیقہ نہ آیا

بہت ٹوٹکے آزمائے ہیں ہم نے
یہ قابو میں دردِ شقیقہ نہ آیا

بہت نرم لہجہ رکھا ہم نے طارق
پہ ماں جیسا لہجہ ، شفیقہ نہ آیا

....

یہ تو ایسی نہیں ہے بات نئی

یہ تو ایسی نہیں ہے بات نئی
روز ہوتی ہے شہ کو مات نئی

دل پہ پہرے بٹھا کے رکھے تھے
ہو گئی کوئی واردات نئی

خوں نہتّوں کا روز بہتا ہے
کب شہیدوں کی ہے برات نئی

دھوکہ دینا ہے ایک چالاکی
چال آئی ہے اس کے ہاتھ نئی

کب پذیرائی اس کو ملتی ہے
وہ جو تحقیق لائے ساتھ نئی

اب وہ تعبیر چاہے مرضی کی
رویا دیکھی ہے جس نے رات نئی

ناک نقشہ بدل گیا ہے اب
گرچہ لگتی نہیں ہے ذات نئی

اوڑھنی سر پہ کیوں نظر آئے
وہ تو اپنائیں گے حیات نئی

ہے ترقّی کے نام پر فتنہ
ڈھونڈی شیطاں نے اب ہے گھات نئی

اب تجارت ہو ، اَور سکّوں سے
اُس میں سونا نہ کوئی دھات نئی

اگلے وقتوں کے لوگ ہم طارق
کیوں سُنیں کوئی واہیات نئی

••••••••

خزاں جو موسمِ غم کی، گزار آئی ہے

خزاں جو موسمِ غم کی ، گزار آئی ہے
چمن کو رحمتِ باراں ، نکھار آئی ہے

ملے گی منزلِ مقصود چلنے والوں کو
خرابی رہ میں اگرچہ ہزار آئی ہے

ملی ہے صبر کی تعلیم ہم کو قرآں سے
ہدایت اس کے لئے ، بار بار آئی ہے

خدا کے نور سے روشن ہوئے ہیں دل اپنے
نصیب میں تھی عدو کے ، جو نار آئی ہے

اٹھی تھی قلبِ مسیحا سے جو دُعا دیکھو
نصیب عرش پہ جا کر سنوار آئی ہے

نگاہ ڈال کے دیکھا ہے قُرب میں اپنے
دلوں میں شکر کے جذبے اُبھار آئی ہے

سہارا ، ٹوٹے دلوں کو دیا ، خلافت نے
اداس چہروں پہ لے کر وقار آئی ہے

صدا کے ساتھ ہی تصویر آئی گھر گھر میں
ہوا کے گھوڑے پہ ہو کر سوار آئی ہے

ہیں کان منتظر اب تو ندا یہ سننے کو
خدا کے فضل و کرم سے بہار آئی ہے

خبر ملی ہے یہ طارقؔ کہ ہو گی دید نصیب
خوشی بھی غم کی حدیں کر کے پار آئی ہے

....

تیری الفت میں ورے، سود و زیاں سے جاؤں

تیری الفت میں ورے ، سود و زیاں سے جاؤں
دعویٰ عشق میں یا ، اپنے بیاں سے جاؤں

خون آشام فضا ، رقص میں وحشی پاگل
راستہ ہو گیا دشوار ، کہاں سے جاؤں

غیر سے کیا کریں شکوہ جو بنا دے مسجد
جب وطن جاؤں میں اپنے تو اذاں سے جاؤں

سنگ دل کرتا ہے کیا اتنا عبادت کا غرور
میں ترے گھر بھی اگر جاؤں تو جاں سے جاؤں

میرے اندازِ تکلّم پہ تُو قدغن نہ لگا
دل ہے ، پتھر تو نہیں ، طرزِ فغاں سے جاؤں

دور رکھتی ہے تجھے حق سے فقط بد ظنّی
سوچ ! کر لوں جو یقیں ، وہم و گماں سے جاؤں

بد زبانی سے وہ جذبات مرے بھڑکائے
چاہتا ہو گا کہ میں حسنِ بیاں سے جاؤں

گھر میں چور آنے کا دھڑکا تو لگا رہتا ہے
در کھلا چھوڑ کے اپنا جو مکاں سے جاؤں

کون ہے تیرے سوا ، میرا سہارا مولیٰ
میں کہاں جاؤں اگر تیری اماں سے جاؤں

کوئی چارہ نہیں طارق جو محبّت کے سوا
دل میں ہو ایک خدا ، عشقِ بتاں سے جاؤں

....

"خداوندا ترے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں"

"خداوندا ترے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں"
نہ آشائیں تمنّائیں ، فقط حسرت، ٹھہر جائیں

لٹا بیٹھے ہیں اپنی زندگی ساری ، کہ بچ جائیں
وہ گھر جس کے لئے دنیا میں ہو وہ در بدر جائیں

بسیرا کر لیا ہے کیوں چمن میں ان خزاؤں نے
انہیں کہہ دو ، یہ موقع دیں تو ہم بھی اپنے گھر جائیں

نہیں ملتی ہے کوئی کامیابی ظلم کرنے سے
بُرا انجام ہوتا ہے ، انہیں کہہ دو سُدھر جائیں

صفائی میں مجھے کب بولنے کی کچھ اجازت ہے
وہ سب اپنے گنہ لیکن مرے کاندھے پہ دھر جائیں

ہماری ہو کمی محسوس محفل میں نہ آنے سے
کچھ ایسے زندگی ہم بھی یہاں کر کے بسر جائیں

نری باتوں سے قائل کون ہوتا ہے ذرا سوچو
عمل ہوں وہ ، کسی کے دل پہ کر کے جو اثر جائیں

ہمیں تو باغبانی کا خدا نے کام سونپا ہے
ثمر دیں اور سایہ دیں ، لگا کر وہ شجر جائیں

ذرا سی دیر کو طارقؔ ، ہماری آزمائش ہے
خدا کا نام لیتے ہیں ، تو کیوں غیروں سے ڈر جائیں

••••••••

دیں پہ حاوی، جہاں ایوان ہوا جاتا ہے

دیں پہ حاوی ، جہاں ایوان ہوا جاتا ہے
باعثِ نوحۂ سلطان ہوا جاتا ہے

یاد رکھ تیری دو چار ہیں سانسیں باقی
اب یہ جیون ترا مہمان ہوا جاتا ہے

یاد ہے دیکھا کسی کو تو ہوئی پہلی غزل
اب مکمّل مرا دیوان ہوا جاتا ہے

وہ بسا ہے مری دھڑکن ، مرے انفاس میں بھی
دل ہی کیا اب وہ مری جان ہوا جاتا ہے

باعثِ فخر ہے قربانی کہ اُس کی رہ میں
جان دینا ہی مری شان ہوا جاتا ہے

رہنما خود کو جو کہلائیں، انہیں دیکھے تو
آج شرمندہ مسلمان ہوا جاتا ہے

یہ مضامین ہر اک پر نہیں نازل ہوتے
شعر میرا ، مری پہچان ہوا جاتا ہے

طارقؔ آسائشِ دنیا سے مجھے کیا مطلب
جادۂ تنگ ، مرا مان ہوا جاتا ہے

....

جو آئے کام کرنے، اب سمندر پار رہتے ہیں

جو آئے کام کرنے ، اب سمندر پار رہتے ہیں
وہاں بےکار تھے جو اب یہاں بیکار رہتے ہیں

خدا جانے اثر ماحول کا ہے یا ہوا کا ہے
جو دشمن تھے یہاں آپس میں کر کے پیار رہتے ہیں

پھٹکنے بھی نہ دیتے تھے وہاں نزدیک جو اپنے
انہی گلیوں میں آ کر وہ ، بڑی سرکار رہتے ہیں

جنہیں بھاتے تھے ساون ، بدلیاں ، برسات کے موسم
یہاں آ کر اسی موسم سے وہ بیزار رہتے ہیں

جو ڈگری کے مطابق کام کرنے پر نہ تھے راضی
وہ شوفر بن کے سڑکوں پر سرِ بازار رہتے ہیں

جوانی کاٹ دی ساری ہے دولت جمع کرنے میں
ادھیڑ عمری میں لاحق ان کو اب آزار رہتے ہیں

حکومت کی مدد پر ہی گزارا کرنے والے بھی
بہت سے ڈگریوں والے پسِ پندار رہتے ہیں

خبر اُن کو نہیں ہوتی ، ہیں کیسے ان کے ہمسائے
کہ ہیں وہ کون جو ان کے پسِ دیوار رہتے ہیں

شکایت ہے بلا لیتے ہیں جو ماں باپ کو اپنے
کہ بوڑھے والدین ان کے یہاں لا چار رہتے ہیں

کہیں شکوہ یہ ہوتا ہے بہت خود سر ہوئے بچّے
کہ بچپن سے یہاں بچّے تو خود مختار رہتے ہیں

غنیمت ہے کسی کو کوئی کافر بھی نہیں کہتا
یہاں چاروں طرف گرچہ سبھی کفّار رہتے ہیں

انہیں طارق تسلّی ہے جو ہجرت کر کے آ بیٹھے
یہاں انسار کرنے کو مدد تیّار رہتے ہیں

••••••••

یوں تو اب قربانیوں کی انتہا ہونے کو ہے

یوں تو اب قربانیوں کی انتہا ہونے کو ہے
پر خدا کا بابِ رحمت بھی تو وا ہونے کو ہے

پھیلتی جاتی ہے دینِ حق کی لو جو ہر گھڑی
روشنی کا اک سمندر ، ہر جگہ ہونے کو ہے

تھے فلک پر جہل و ظلمت کے جو بادَل چھا گئے
رحمتِ باراں خدا کی ، اب گھٹا ہونے کو ہے

آگیا ہے اب مسیحا لے کے مرہم علم کی
دیکھ لینا اب ، مریضوں کو شفا ہونے کو ہے

نصرتِ اسلام کے طالِب جو ہیں اِخلاص سے
ایسے بندوں کی قبول اب یہ دُعا ہونے کو ہے

پھیلتے جاتے وساوس ہیں جو کفروشرک کے
اب دمِ عیسیٰ سے وہ ، ردِّ بلا ہونے کو ہے

امن کی ہو گا ضمانت ، اس کو جب مانیں گے لوگ
سارے عالم کا خلیفہ رہنما ہونے کو ہے

پھر حکومت ہو گی قائم عدل اور انصاف کی
اس کے دم سے انقلاب اب تو بپا ہونے کو ہے

طارق آتا ہے زمانہ نیک پائیں گے جزا
دیکھ لینا دُشمنوں کو اب سزا ہونے کو ہے

••••••••

یونان

مصرع طرح
"تم بھی اگر ہو اس کے خریدار کچھ کہو"
مرزا محمد رفیع سودا

کتنی ہے زندگی ہوئی دشوار کچھ کہو

کتنی ہے زندگی ہوئی دشوار کچھ کہو
عالم میں جنگ کے ہوئے آثار ، کچھ کہو

یوسف تو آگیا سرِ بازار کب سے ہے
"تم بھی اگر ہو اس کے خریدار کچھ کہو"

تم ظلم دیکھ کر بھی ہو خاموش کس طرح
کہتے ہو خود کو تم بھی تو خود دار ، کچھ کہو

آیا ہے اور بھی کوئی میدانِ جنگ میں؟
دشمن نے ہر طرف سے کی یلغار ، کچھ کہو

کانوں پہ جوں بھی رینگتی دیکھی نہیں کہیں
ہم سے ہی کہہ رہے ہیں کہ بے کار ، کچھ کہو

سچ بولنا صحافتی دنیا میں جُرم ہے
لکھنے لگے ہیں جھوٹ کے انبار ، کچھ کہو

سب بحر و بر فساد کی زد میں ہیں دِکھ رہے
اک ہم ہی تو نہیں ہیں گنہ گار ، کچھ کہو

ساری صدائیں کر چکا خاموش اب عدو
امّت کے ایک تم بچے غم خوار ، کچھ کہو

آنکھوں کے سامنے ہوا ہے ظلم اس قدر
دکھ کا ہوا ہے سرسری اظہار ، کچھ کہو

رنگین خون سے ہے فلسطیں کی سرزمیں
کیسے بنے گا یہ لہو گلزار ، کچھ کہو

امید مغفرت کی لئے آگئے ہیں ہم
آشاؤں کے محل نہ ہوں مسمار ، کچھ کہو

طارق زبانِ حال حقیقت بیاں کرے
ہر کام ہو گیا ہے پُر اسرار ، کچھ کہو

....

چشمِ بینا کو نظر آئے وہ جلوہ پیار کا

چشمِ بینا کو نظر آئے وہ جلوہ پیار کا
محوِ حیرت ، دیکھ کر احسان ہے ، سرکار کا

تھا جو اسماعیل میں مادہ اطاعت کا بھرا
ہو گا بچہ بھی تو مظہر ، باپ کے کردار کا

لوگ کہتے ہوں اگر شوریدہ سر اور خود غرَض
کون موقع ڈھونڈتا ہے ، لطف کے اظہار کا

جانتا کوئی نہیں ہے اس کے اسرار و رمُوز
راز داں کوئی نہیں ، قدرت کے کاروبار کا

چاند ، سورج سے منوّر ہو کے لگتا ہے حسیں
اور نظّارہ ستاروں میں اُسی چمکار کا

حسنِ یوسُف میں نظر آئی تھی اک تیری جھلک
تھے محمدؐ ایک اُسوہ ، حسن کے شہکار کا

دل کا اطمینان کھویا ، ہم نے جب کھویا تجھے
ذکر کس سے اب کریں گے ہجر کے آزار کا

آتی جاتی سانس بھی مرہونِ منّت ہے تری
تیرے بِن کیسے گزارا ہو دلِ بیمار کا

ہر گھڑی ہے رابطہ جب تک کہ دم میں دم ہے یہ
دل کی دھڑکن نام لیتی ہے اسی دلدار کا

زندگی کی ناؤ ہاتھوں میں ہے جس کے ، نا خُدا
فیصلہ کرتا ہے ، چن کر راستہ ، پتوار کا

سائباں بن کر ہمیشہ کے لئے رہتا نہیں
اعتبار آئے گا کیا پھر چرخِ نا ہنجار کا

ڈھونڈ لے طارقؔ اسے جو عمر بھر کا ساتھ دے
چاہئیے کیا ، ساتھ مل جائے اگر ابرار کا

....

لباس پاک صاف پر تمہیں جو داغ ہی ملے

لباس پاک صاف پر تمہیں جو داغ ہی ملے
خدا کرے تمہیں حقیقتوں کی آگہی ملے

ہمارا ہر خبر سے اب تو اعتبار اٹھ گیا
خبر درست ، ہو وہ چاہے تلخ ہی سہی ملے

ہماری اپنی مرضیاں تو ان کے آگے ہیچ ہیں
عمل ہو ان پہ کہہ کے یہ اوامر و نہی ملے

خرَد نہ جب دکھائے کوئی ظلمتوں میں راستہ
خدا کھڑا کرے کوئی ولی جسے وحی ملے

خدا نہ گر کرے کلام ، کیسے ہوں کرامتیں
کہاں کسی کی پھر دعا قبول ہو رہی ملے

محبّتوں کا دعویٰ کرنے والے مل گئے بہت
جو دیکھا ان کو غور سے تو دامنِ تہی ملے

بہت سے قیمتی ہیں مشورے جو پیش کر دیئے
جو ڈھل گئے ہیں شعر میں وہ لفظ تو یہی ملے

وہ ایک ذات جس کی بات بات میں ہیں حکمتیں
ہماری جستجو تو ہے کہ اک ہمیں وہی ملے

نہ طارق ایسی بات کیجئے کہ آس توڑ دے
روایتوں میں دیکھئے ، یہ بات بھی کہی ملے

•••••••

چوری ڈاکے، ہزار ہوتے ہیں

چوری ڈاکے ، ہزار ہوتے ہیں
جیسے لہجے ہزار ہوتے ہیں

توڑ دیتے ہیں لوگ جب اِس کو
دل کے ٹکڑے ہزار ہوتے ہیں

آئینہ جب بھی ٹوٹ جاتا ہے
عکس اپنے ہزار ہوتے ہیں

مان جاتا نہیں خدا یوں ہی
پہلے سجدے ہزار ہوتے ہیں

ہر کسی سے کہے نہیں جاتے
یوں تو دکھڑے ہزار ہوتے ہیں

اس قدر پیاس کا سبب کیا ہے
دل بھی ترسے ہزار ہوتے ہیں

اصل ہے جو نظر نہیں آتا
ملتے جُلتے ہزار ہوتے ہیں

بھیگ جاتے ہیں جب وہ یاد آئے
نین برسے ہزار ہوتے ہیں

جھانک کر دل میں دیکھ لو طارقؔ
داغ کتنے ہزار ہوتے ہیں

••••••••

پڑھ کے آیا ہے سبق کون وفاداری کا

پڑھ کے آیا ہے سبق کون وفاداری کا
یاں تو اپنوں سے ہوا خوف ہے غدّاری کا

لوگ نفرت کا سرِ عام سبق دیتے ہیں
کون سکھلائے سلوک ان کو رواداری کا

جھوٹ سُن سُن کے کسی شخص کا جاگا ہے ضمیر
کس کا بے ساختہ اظہار ہے بیزاری کا

ایک انسان ہی درپے ہوا انسانوں کے
کیسا منصوبہ ہے دنیا کی تبہ کاری کا

چاہنے والوں میں لکھا ہے فرشتوں نے ہمیں
یہ تو انعام ہے مخلوق کی غمخواری کا

حالِ دل کھول کے بتلاؤں گا تفصیل کے ساتھ
کوئی آیا ہے ، مسیحا مری بیماری کا

چوٹ جب دل پہ لگے ، ہُوک سی اک اُٹھتی ہے
عشق تو کام نہیں ہوتا ریا کاری کا

دید ممکن جو نہیں بات کبھی ہو اس سے
کوئی سامان تو ہو میری بھی دلداری کا

پارسائی بھی نصیبوں سے عطا ہوتی ہے
سلسلہ ختم نہیں ہوتا گنہ گاری کا

طارق آثار قیامت کے نظر آتے ہیں
کس کو آئے گا خیال آپ کی بیداری کا

دعا

جانتا ہے کیا چھپا دل میں ہے علّامُ الغیوب
کر دیا نازل وہ قرآں جو ہے ، تریاق القلوب

ڈھانپ عیبوں کو سبھی دیتا ہے ستّار العیوب
بخش دیتا ہے گناہوں کو وہ غفّار الذّنوب

آزماتا ہے خدا اپنے ہی بندوں کو کبھی
صبر جو کرتا ہے کہلاتا وہی تو ہے ایّوب

سر جُھکا کر مانگ اُس سے ، بخش دیتا ہے خدا
قبل اس کے ، زندگی ،تیری کا سورج ہو غروب

ساری عزّت ، کس قدر تقویٰ ہے ، اِس پر منحصر
ہیں فقط پہچان کو سارے قبائل اور شعُوب

گر خدا تیرا ہو طارقؔ ، ہو جہاں سارا ترا
مشرق و مغرب ہے کیا اور کیا شمال اور کیا جنوب

••••••••

فادرز ڈے پر

یہ مانا وہ دیر و حرم تو نہیں تھے
مقدّس عرب یا عجم تو نہیں تھے

مقدّر سے ماں باپ ملتے ہیں سب کو
کہ بس میں ہمارے ، جنم تو نہیں تھے

یقیناً ہے قدموں تلے ماں کے جنّت
پہ والد بھی جنّت سے کم تو نہیں تھے

مرے سر پہ تھے سائباں کی طرح وہ
کڑی دھوپ کے یوں ستم تو نہیں تھے

وہ مایوسیوں میں رہے اک سہارا
کسی اور کے یہ کرم تو نہیں تھے

مرے راستے پر نظر ایسے رکھتے
کہیں میرے بھٹکے قدم تو نہیں تھے

مرے قہقہوں پر نظر ان کی ہوتی
کہیں آنسوؤں سے وہ نم تو نہیں تھے

انہیں تو ہمیشہ یہی فکر رہتی
چھُپے میری خوشیوں میں غم تو نہیں تھے

بڑے غور سے میرے خط کو وہ پڑھتے
کہیں ان میں شکوے رقم تو نہیں تھے

انہیں دیکھ کر پھوٹتیں دل سے خوشیاں
یونہی ہنس کے رکھتے بھرم تو نہیں تھے

وہ ہو جائیں گے ہم سے اک روز رخصت
یوں خدشے بھی لیتے جنم تو نہیں تھے

وہ دن تھے کہ پڑھنے کو ملتا ہمیں سچ
کہ آسان بکتے قلم تو نہیں تھے

وہ اٹھے زمانے تھے ہاتھوں میں طارق
تھے پیالے کہیں جام۔ جم تو نہیں تھے

••••••••

کلامِ عید

یوں تو ہلالِ عید ہے لایا پیامِ عید
پر سوچ میں ہیں کیسے کریں اہتمامِ عید

چہروں پہ مسکراہٹیں آئیں کہ شامِ عید
لازم ہے کچھ تو ہم بھی کریں احترامِ عید

رب کی رضا میں خوش ہوئے ہیں سب سے بڑھ کے یہ
ہے وقت کا خلیفہ ہمارا امامِ عید

بچوں کے خوں سے ہاتھ تو رنگین ہو گئے
تلوار ڈھونڈتی ہے کہاں ہے نیامِ عید

ماں باپ جن کے چھن گئے ان کا سوال ہے
یہ ابتدا ہے یا ہوا ہے اختتامِ عید

جن کو عبادتوں سے نہ تھا کوئی سرو کار
شیطان ان کو بھیجتا ہے اب سلامِ عید

خوشیوں میں ہوں غریب بھی شامل تو ہو خوشی
کرتا ہے اصل میں یہ تقاضا نظامِ عید

پیغامِ صلح دے کے گیا ہے امامِ وقت
مانیں گے اس کو تب کہیں ہو گا دوامِ عید

معصوم خون اب نہ بہائے مزید یوں
ظالم کو چاہئے کہ کرے احترامِ عید

دل کو خوشی ہو جنگ کے اسباب ختم ہوں
مل کر اگر کریں سبھی یہ انتظامِ عید

گزرا مہِ صیام ، جو بخشش نہ پا سکے
وہ سوچتے تو ہوں گے یہ کیا ہے مقامِ عید

خوشیاں منائیں وصل ہے جن کو ہوا نصیب
طارق رہے خدا کرے ان کی مدام عید

••••••••

قرآن۔۔۔ سرچشمۂ معرفت

سُنو معرفت کا ، سمندر ہے قرآں
کہ اسوہ نبی کا ، سراسر ہے قرآں

اسے ہر مسلماں کو لازم ہے پڑھنا
شریعت کے گھر کا کُھلا در ہے قرآں

اسے پڑھنے والا اگر متّقی ہو
ہدایت میں سب کی برابر ہے قرآں

بتائے جو ہر دَور میں سیدھا رستہ
یہ نوَعِ بشر کا وہ رہبر ہے قرآں

یہ ماضی کی تاریخ کا ترجماں بھی
لکھا جو ، وہی ہو ، مقدّر ہے قرآں

ہے لا ریب ، سچا ہر اک لفظ اس کا
دلوں کو جو کر دے منوّر ہے قرآں

یہ چوروں کو ابدال کر دے ، سنیں تو
بدل دے دلوں کو ، مؤثّر ہے قرآں

خدا کی طرف یہ کرے رہنمائی
کریں شکر ہر دم ، میسّر ہے قرآں

یہ منزل کی جانب ، چلے ہاتھ تھامے
ہدایت کا منبع ، مقرّر ہے قرآں

چھپے اس میں ہیں علم کے سب خزانے
معلّم ، مربّی ، پیمبر ہے قرآں

چمن کے گلوں میں ہے خوشبو اسی سے
مہکتا یہ گلشن ، معطّر ہے قرآں

علوم اس کے حاصل کریں جو مطہّر
دلوں پر ، انہی کے اُ جاگر ہو قرآں

جو کرتا ہے غور اس پہ طارق وہ جانے
جو دل جیت لے وہ مظفّر ہے قرآں

....

عید مبارک

مبارک عید کی خوشی ، دعا کا استجاب ہو
قدم قدم ہو سرخرو ، تمہارا جب حساب ہو

عبادتیں جو کیں ، تمہارے ساتھ ، عمر بھر رہیں
علوم ہوں نصیب ، جن کی رہنما کتاب ہو

نگر نگر پھرے مگر کہیں ملا نہ وہ گہر
جو چندے آفتاب ہو جو چندے ماہ تاب ہو

جمال وحسنِ یار ہے ، جو چال میں وقار ہے
جو اس کے ساتھ تم چلو مصاحبِ نواب ہو

زمانے بھر کی نعمتیں خدا کرے تمہیں ملیں
قدم قدم دُعا تمھارے ساتھ بے حساب ہو

جہاں کہیں بھی تم رہو ہمیشہ یوں ہی خوش رہو
خدا کرے نصیب میں تمہارے آب و تاب ہو

چلے چلو ،جو رات ہے یہ کچھ دنوں کی بات ہے
کھلا ہوا ملے تمہیں جو رحمتوں کا باب ہو

رہیں بلندحوصلے، بڑھاؤ علم اس قدر
سوال گر کرے کوئی ، جواب لاجواب ہو

اگر لبوں پہ ہو دُعا ، تو کب مرض ہے لا دوا
کوئی بھی ہو علاج پھر ، تمہیں نہ اضطراب ہو

عطا وہ روز گار ہو ، ترقّیاں تمہیں ملیں
جو کام حوصلے کا ہو ، تمہارا انتخاب ہو

تمہاری خدمتوں سے خوش تمہارا رہنُما رہے
ہے وقت بہترین جب کہ عالمِ شباب ہو

رضا خدا کی ہو عزیز ، رنج ہوں یا راحتیں
ہے طارقؔ ایک فکر بس ، نہ عاقبت خراب ہو

••••••••

سڈنی، آسٹریلیا میں ڈیوٹی کے دوران دوسروں کی جان بچاتے ہوئے شہید ہونے والے فراز احمد طاہر کے نام

طاہر ہے فخر تجھ پہ ، شہادت پہ تیری ناز
جاں تُو نے دی ہے فرض نبھاتے ہوئے فراز

لکھنے کو تیرے بارے میں اُٹھا ہے جب قلم
جانا ہے تیرے بارے میں تو ، دل ہوا گُداز

اب تیری دوستی سے وہ محروم ہو گئے
محمود اب حزیں ہیں کہ ، رخصت ہوا ایاز

تُو تو جہاں جہاں رہا ، دل جیتتا رہا
یہ تو بتا کہ کیا تھا ، محبّت کا تیری راز

سڈنی سے پہلے جب تھا سری لنکا میں مقیم
احسان کا تھا سلسلہ ، سب پر ترا دراز

سب کے لئے وقارِ عمل پر ترا یقیں
تیری نیاز مندی پہ حیراں ہے خود نیاز

جانیں گے اِس حوالے سے بھی تُجھ کو لوگ اب
تاریخ میں بہادری کا اک رقَم طراز

رب کی رضا عزیز ہے، جو سب سے پیاری ذات
شکوے کا اس کے سامنے کچھ بھی نہیں جواز

راضی خدا ہو تجھ سے ، کرے جنّتیں عطا
نکلی ہے دل سے یہ دعا ، پڑھتے ہوئے نماز

....

"ہماری خلافت پہ ہے جان واری"

نہ عزّت ، نہ دولت ، نہ شہرت ہے پیاری
اطاعت خلافت کی ہے سب پہ بھاری
عزیز اپنے عہدوں کی ہے پاسداری
نبھائیں گے بیعت کی ہم ذمّہ داری

خلافت کا مطلب اطاعت گزاری
ہماری خلافت پہ ہے جان واری

خلافت ہے نعمت، خلافت سے برکت
خلافت کو خود لائے کس میں یہ طاقت
عطا کی خدا نے مسیحا کو دولت
کسی اور کو ہے کہاں استطاعت

خدا نے خلافت کی نعمت اتاری
ہماری خلافت پہ ہے جان واری

خلافت سے ملتی ہے جو رہنمائی
ہماری خدا سے کرے آشنائی
کسی اور نے کب یہ نعمت ہے پائی
کرے کیسے کوئی بھلا بے وفائی

یہ ہر دم ہے عرفاں کی اک نہر جاری
ہماری خلافت پہ ہے جان واری

دم اس کی محبّت کا بھرتے رہیں گے
ہمیشہ اطاعت بھی کرتے رہیں گے
قدم اپنے آگے ہی بڑھتے رہیں گے
خلافت کے پیچھے ہی چلتے رہیں گے

خلیفہ کے ہم ہیں ، خلافت ہماری
ہماری خلافت پہ ہے جان واری

حفاظت کا کندھوں پہ ہے بوجھ بھاری
اٹھائیں گے پر شوق سے ذمّہ داری
خلامت نے قسمت ہے اپنی سنواری
ہے فرض اس کی چاہت میں ہو جاں نثاری

خلافت ہمیں جان سے بھی ہے پیاری
ہماری خلافت پہ ہے جان واری

••••••••

(آج کی نظم محترم سیّد حمید الحسن شاہ صاحب کے نام ہے جو مشہور نظم خواں تھے اور اکثر مشاعروں میں بطور نظم خواں بلوائے جاتے اور مختلف شعرا کا کلام بہت خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے۔ وہ ہمارے شعراء سیّد طاہر احمد زاہد اور سیّد سمیع الحسن صاحب کے والد تھے۔ ۱۳ جون ۲۰۱۳ء کو وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم و مغفور کے درجات بلند فرمائے۔ آمین)

حمید الحسن نام، سیّد بھی تھا

حمید الحسن نام، سیّد بھی تھا
ودیعت جسے لحنِ داؤدی تھا

محبّت تھی قرآن سے اس قدر
سمجھ کر تلاوت کا شیدائی تھا

قراءت تھی اس کی حسیں اس قدر
جو سنتا اثَر اُس پہ ہوتا ہی تھا

مگر جب وہ ہوتا تھا نغمہ سرا
اثر اس کا ہوتا ہی مد ہوشی تھا

عجب رعب و ہیبت تھے آواز میں
خدا سے بیاں ، جیسے تائیدی تھا

وہ احمد کے گلشن کا تھا عندلیب
مگر سخت جاں ، جیسے صحرائی تھا

وہ دیتا شفا دل کے بیمار کو
جو نغمہ وہ گاتا ، مسیحائی تھا

فدا کر دی اولاد اور جان و مال
خلافت کا ایسا وہ شیدائی تھا

صدا اس کی باقی رہے گی سدا
جو آواز کی حسن آرائی تھا

اسے یاد کرتی ہیں اب محفلیں
وہی باعثِ بزم آرائی تھا

دعائیں پہنچتی رہیں گی اُسے
وہ شفقت سے پُر باپ تھا بھائی تھا

رہے اس کو قربت ، خدا کی نصیب
محمدؐ ﷺ سے رشتہ تو آبائی تھا

••••••••

مردِ فہم وذکا۔۔۔کنور ادریس

خاکسار نے 03 مئی 2024 بروز جمعہ کراچی (امارت کلفٹن) جماعت احمدیہ اور پاکستان کے ایک ہیرو ایک Legend کے اللہ تعالی کو پیارے ہو جانے پر ایک ذکرِ خیر پر مبنی ایک سادہ سی پر عقیدت تحریر 05 مئی کو بعض دیگر احباب کے علاوہ محترم ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب (UK) کو بھی ارسال کی تھی۔ اس شاعرِ باکمال نے اپنا کمال دکھایا اور ارسال کردہ شکستہ تحریر کو اپنے خوبصورت محبت بھرے اشعار کی صورت دے دی ہے۔ اللہ رحیم و کریم مکرم ڈاکٹر صاحب کو اس نیکی کا صلہ دے۔ یہ پیار بھرے اشعار بزرگوار محترم کنور ادریس صاحب، انکے بزرگوں کے لئے خاص التماسِ دعا کے ساتھ پیشِ خدمت ہیں:

{شیخ عبد المالک۔ کراچی}

مردِ فہم و ذکا۔۔۔کنور ادریس

ہو گئے ہیں جُدا کنور ادریس
پا رسا ، با وفا کنور ادریس

حق سے تھے آشنا کنور ادریس
مردِ فہم و ذکا ، کنور ادریس

اعلیٰ تعلیم پائی ، افسر تھے
اور رفیقوں میں سب سے بہتر تھے

کوئی ایمان ان کا پوچھے اگر
اس کا چرچا ہوا تھا ٹی وی پر

اک صحافی سے جب یہ پوچھا گیا
کب ہے ایمان افسروں میں بچا
اس نے بے ساختہ یہ نام لیا
پائی جاتی ہے جس میں صدق و صفا

اب بھی باقی ہیں اک کنور ادریس
مردِ فہم و ذکا ، کنور ادریس

صلہ رحمی کی اک مثال تھے وہ
رشتہ داروں کی ایک ڈھال تھے وہ
فائدہ ان سے سب اٹھاتے تھے
تھیں جو بیوائیں یا یتامیٰ تھے
طالبِ علم ، جن پہ بوجھ تھے بھاری
تھا وظائف کا سلسلہ جاری

بادشہ دل کے تھے کنور ادریس
مردِ فہم و ذکا ، کنور ادریس

اک محبّت تھی جو خلافت سے
خط وہ لکھتے تھے ایک چاہت سے
دی مبارک انہیں خلیفہ نے
ان سے خط پایا ، جب وزیر بنے
جس کے سر نامے پر تھا بسم اللہ
اس پہ بُلوا لیا عدالت نے
مدّتوں پیشیاں بھگتتے رہے
کوئی شکوہ نہ تھا نہ کوئی گِلے
مولوی جس نے کیس یہ تھا کیا
اس نے مانگی مدد بَری جو ہوئے
بھر دی جھولی جو اس کی دولت سے
لوگ حیراں تھے اس سخاوت سے

مردِ صدق و صفا کنور ادریس
پا رسا با وفا کنور ادریس

ایک نیکی کا کام یہ بھی کِیا
تحدیثِ نعمت کا ترجمہ جو کیا
کام یہ بھی تھا اک سعادت کا
جاتے جاتے گئے یہ نیکی کما
نیکیاں ہوں قبول یوں ان کی
مغفرت کھینچ لائیں خود رب کی

ان کے بچوں کو حوصلہ دے خدا
نیکیاں جاری رکھیں ان کی سدا
نام زندہ رہے سدا ان کا
جائے تاریخ میں وہ یوں لکھا

پا رسا ، با وفا کنور ادریس
مردِ فہم و ذکا ، کنور ادریس

....

غصّہ اور اس سے متعلّق ایک واقعہ

غصّہ جو ہے انسان کی فطرت میں ودیعت
قابو جو کرے اس کو یہی تو ہے شجاعت

موقع پہ جو آئے تو یہی ہوتا ہے نعمت
مر جائے گی انسان کی ورنہ سبھی غیرت

دھمکی میں نہ آئے جو نہ ہوتا ہو ہراساں
جو سب کو پچھاڑے ہو وہی تو نہ پہلواں

ہیں وہ بھی جو غصّے میں کریں حشر کا ساماں
پی جائے غضب میں بھی جو غصّہ ہے وہ انساں

تاریخ میں لکھا ہے ورق ایک درخشاں
ہوتا ہے شب و روز کے حالات پہ چسپاں

غصّے کا حسن ابن علی کا ہوا ساماں
جب چائے گرا کر تھا غلام ایک پریشاں

دیکھا جو غضب میں ذرا آقا ، ہوا گویا
قرآن کی آیت کا پڑھا پہلا یہ حصّہ

غصّے کو دبانا ہے یہ مومن کی نشانی
کیوں ہاتھ بڑھایا ہے سزا دینے کی ٹھانی

غصّے کو دبایا ، یہ کہا اِس پہ حَسَن نے
مائل نہ معافی پہ کِیا ان کو تھا ، مَن نے

اُس بندے نے آیت کا پڑھا دوسرا حصّہ
حیراں تھے حسَن آیا ہوا جن کو تھا غصّہ

وہ عفو بھی انسانوں سے کرتے ہیں جو مومن
یہ سن کے حسَن بولے ، کِیا معاف سزا بِن

وہ بندہ بھی شہ پا کے بڑھا اور بھی آگے
کہنے لگا احسان بھی کرتے ہیں وہ بڑھ کے

جانا ہے جہاں جا ، یہ کہا سُن کے ولی نے
آزاد کیا ، اس پہ کہا ابنِ علی نے

چائے کی پیالی وہ گرا کر ہوا آزاد
طارق جو پڑھا میں نے مرا دل بھی ہوا شاد

....

خلافت علیٰ منہاج النبوّۃ

جو منہاجِ نبوّت پر ہے قائم اُس خلافت کو
خدا نے خود چنا ، دنیا میں اپنی اِس قیادت کو

پھلا پھولا شجر یہ بڑھ گئیں شاخیں جہاں بھر میں
جہاں والوں نے دیکھا کام کرتے دستِ قدرت کو

خلافت نے عدُو کو جیسے للکارا سرِ میداں
کہ دنیا بھر سے آئی پھر صدا ، دادِ شجاعت کو

خلافت ہے وہ حبلُ اللہ ، چمٹ جاتے ہیں لوگ اس سے
خود اپنی اور آنے والی نسلوں کی حفاظت کو

خلافت کی اطاعت ، جزو ایماں کا سمجھتے ہیں
کہ اِس کے ماننے والے ہی سمجھے عہدِ بیعت کو

خدا سے جوڑ کر ، مخلوق کی خدمت کا بتلایا
مقام اس نے دیا ہے اک نیا ، ربّ کی عبادت کو

رسائی عرش تک ہوتی نہیں ہے اس کو گر چھوڑیں
قبولیّت ملے جو اس تعلّق سے ریاضت کو

اماں پانے کو دنیا میں حصار اس کو بنایا ہے
بنا کر ڈھال بھیجا ہے خدا نے اس امامت کو

ہمارا کام ہے سُن کر اطاعت ہر قدم پر ہو
چلے جو اس کے پیچھے ، ڈر نہ ہو گا پھر قیامت کو

خلافت نے دلوں میں گھر کیا ہے اس طرح طارقؔ
سمجھ پائے گی کیا دنیا ، خلافت کی محبّت کو

سورۃ النُور کی آیات 52 تا 57 میں مذکورہ
اطاعت اور خلافت کا مضمون

مومنوں کا ہو سمعنا اور اطعنا پر عمل
سوچنے میں رائیگاں کرتے نہ ہوں وہ کوئی پل

ہو اطاعت دل سے اللہ اور رسولِ پاک کی
ہے اسی سے قدر ہر اک صاحبِ ادراک کی

طاعتِ معروف سے عزّت خس و خاشاک کی
اس کی درگہ میں پہنچ ہوتی نہیں نا پاک کی

مان لیں احکامِ رب اور سب فرامینِ رسول
ہے اطاعت سے ہی وابستہ خلافت کا نزول

وعدہ تب جا کر خلافت کا خدا نے ہے دیا
مومنو ں نے جب اطاعت کا سبق ازبر کیا

تمکنت ان کو ملے ، راضی رہے ان سے خدا
امن کی حالت میں بدلے وقت پھر وہ خوف کا

شکر کے سجدے بجا لائیں وہ پھر پڑھ کر نماز
مال میں حقدار کا حصّہ ہو ، تب ہوں سرفراز

فر ض کی صورت ادا ہو ہر کوئی حکمِ رسول
ہے اطاعت اس کی واجب یہ کبھی جائیں نہ بھول

دیکھ لو آیاتِ قرآں میں اطاعت کا اصول
ہے اطاعت سے ہی وابستہ خلافت کا حصول

ہو خلافت کی اطاعت میں اگر یہ سر جُھکا
ہے یہی ردِّ بلا کا ایک نسخہ کیمیا

ہم خدایا تیری طا عت پر کمر بستہ رہیں
اور خلافت کے چمن میں بن کے گُلدستہ رہیں

ہم خلیفہ کے ہیں طارق ، ہے دلوں میں اس کا پیار
جان و دل کرتے ہیں سارے ہم خلافت پر نثار

••••••••

امر بالمعروف نہی عن المنکر

ہو بصیرت بھی ، بصارت ، ایسی ہونی چاہیئے
مومنوں میں اک جماعت ، ایسی ہونی چاہیئے

دعوتِ حسنات بھی دے اور بدی سے روک دے
حکمِ قرآں کی اطاعت ایسی ہونی چاہیئے

سرزنش کرنے کا رکھتی ہو مکمّل اختیار
اُس جماعت کی حمایت ، ایسی ہونی چاہیئے

روک سکتی ہو برائی ، پیار کی تعلیم سے
سچ ہو لیکن وہ شکایت ایسی ہونی چاہیئے

امر بالمعروف ، منکر سے نہی کا حکم ہے
ہو عمل انگیز طاقت , ایسی ہونی چاہیئے

ہر کسی کو اپنی اپنی فکر دامن گیر ہو
جب نبی آئے تو فطرت ، ایسی ہونی چاہیے

بے خطر ہر اک سے کہہ پائے وہ سچی بات کو
جو ہے مومن اس کی جرأت ایسی ہونی چاہیے

ہم دعا کے ساتھ تقویٰ پر بھی رکھتے ہوں قدم
جب مسلماں ہیں تو عادت ، ایسی ہونی چاہیے

آج کل کے حکمرانوں سے کریں شکوہ تو کیا
وہ سمجھتے ہیں ، قیادت ایسی ہونی چاہیے

لوگ تو طارق ، مزاروں پر بھی جا سجدہ کریں
دُور ہیں قرآں سے ، حالت ، ایسی ہونی چاہیے!

خلافتِ خامسہ کا انتخاب

وہ جو دنیا کی نگاہوں سے رہا مستور تھا
پانچواں ہو کر خلیفہ ، ہو گیا مشہور تھا

منتخب ہو کر جو آیا، نام وہ مسرور تھا
خود خدا کے ہاتھ نے جس کو کیا منظور تھا

اس سے پہلے ناظرِ اعلیٰ ہوا جب نامزد
ایک عالم دیکھ کر اس کو ہوا مسرور تھا

گرچہ کم گو تھا، مگر وہ تھا ذہیں، پرہیزگار
انتظامی مسئلوں میں خوب رکھتا، نور تھا

عاجزی میں اس کی شخصیت تھی ایسی پُر وقار
ہر تکلّف، ہر تصنّع، خود سے رکھتا دور تھا

دیکھ کر اس کی عبادت، یہ ہوا اکثر گماں
وہ خدا کی بارگہ کا بندۂ منصور تھا

ساتھ دینے کی، خدا نے خود تسلّی اس کو دی
وہ مسیحِ پاک کے الہام میں مذکور تھا

ہے خلافت اس کی شاہد، ہے خدا کا انتخاب
جو جماعت کی ترقّی کے لیے مامور تھا

کیا عجب طارق اگر ہیں عاشقوں میں ہم شمار
ہر کوئی اس کی نگاہوں سے ہوا مسحور تھا
(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 27 مئی 2024ء)

قدرتِ ثانیہ کا پانچواں مظہر ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

لبوں پر اک تبسّم، اس کی باتوں میں تفضُّل ہے
فرشتوں جیسا چہرہ، پُر سکوں، حسن و تجمُّل ہے

خدا کی دوسری قدرت کا مظہر پانچواں ہے وہ
اسی سے اب مسیحا کی خلافت کا تسلسُل ہے

وہ کلِمہ ہے خدا کا اور خدا جو بات کہتا ہے
کبھی اُس بات میں دیکھا نہیں ہوتا تبدُّل ہے

رہے جو اس کی صحبت میں، کرے وہ تزکیہ اُس کا
ملا اس کو عبادت میں خدا کا وہ تبتُّل ہے

سُبک رفتار ہے وہ تیز رکھتا ہے قدم اپنے
چلو گے ساتھ کیسے گر طبیعت میں تسہُّل ہے

خدا نے اِس جہاں میں کر دیا عالی مقام اس کا
پسند اس کو ہے جس میں انکساری ہے، تذلُّل ہے

ہے غیرت دین کی، نصرت خدا سے ہے عطا اس کو
مزاج اس کا بہت دھیما، طبیعت میں تحمُّل ہے

جہاں بھر کو دیا توحید کا پیغام جُرأت سے
کہ ہر ایوان میں گونجے اذاں، اس کا تخیّل ہے

خطاب اس کا ہر اک جامع، دلائل سے مزّین ہے
سنو خطبہ تو وہ مہدی کی باتوں کا تمثّل ہے

خدا نے اس کے ہاتھوں میں تھمائی ہے زمام اس کی
بنایا رہنما اس قافلے کا یہ تفضّل ہے

کیا ہے عہدِ بیعت جب، تو پھر اس کے اشارے پر
فدا ہونے میں کس کو اک ذرا سا بھی تامّل ہے

خلافت جو ملی ہے مومنوں کو ایک نعمت ہے
یہ نعمت تب ملے ، احکامِ دیں پر جب تعمّل ہے

فدا ہم ہو گئے طارق جو دیکھا وہ رُخِ انور
دیا ہاتھوں میں ہاتھ اس کے ، خدا پر اب توکّل ہے

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 4 مئی 2024ء)

مسرور سبھی تیرے، انداز ہیں شاہانہ

مسرور سبھی تیرے ، انداز ہیں شاہانہ
مسکینی طبیعت میں ، فطرت ہے امیرانہ

ہر لفظ ترے لب پر ، ہے گوہرِ یک دانہ
کرتا ہے دلوں پر اک تاثیر جدا گانہ

تُو امن کا پیغمبر ، تجھ سے ہی تو پہنچا ہے
اللہ کا ، دنیا کو پیغام دلیرانہ

صحبت میں تری رہ کر دل پاک ہوں ویسے بھی
پھر تیری نصیحت کا انداز حکیمانہ

دل تیری محبّت میں دیوانے ہوئے ایسے
دیکھے ہیں جو آنکھوں سے اخلاق کریمانہ

یہ حسن کا جلوہ ہے یا کوئی کرامت ہے
ہر اک تری چاہت میں کیسا ہوا دیوانہ

ہے سر پہ ترے جب سے دستار خلافت کی
تُو شمع ہے ہر دل کی ، ہر دل ترا پروانہ

رہتا ہے کھلا تیرا مے خانہ ، پئیں سب ہی
مجھ پر بھی نظر ساقی ، ہے عرضِ فقیرانہ

اک کنج میں بیٹھا ہوں یہ کیسے تجھے کہہ دوں
ڈر ہے کہ نہ رہ جائے ، خالی مرا پیمانہ

ہم تیری اطاعت میں زینے سبھی طے کر لیں
ایسے نہ چلیں رستہ، منزل سے ہوں بیگانہ

بیعت میں تری آئے، سر آنکھوں پہ رکھتے ہیں
ہم تک جو پہنچتے ہیں ارشاد ، امیرانہ

تو نبض شناس ایسا نائب ہے مسیحا کا
پائی ہے شفا اس نے جس نے تجھے پہچانا

ہو عمرِ خضر ایسی فعّال عطا تجھ کو
ہو جائیں سبھی حاصل مقصد ترے تابانہ

آئیں وہ نظر آنکھیں جو اشک بہاتی ہیں
مشکل ہے محبّت کے آثار بتا پانا

اقرار محبّت کا کرتے ہیں وہ مستی میں
قدرت نے جنہیں بخشی ، ہے جُراَتِ یکتانہ

مجھ پر بھی نظر کر دے ، ہو جائے سپھل جیون
اک تیری محبّت میں طارقؔ بھی ہے مستان

••••••••

3 مئی کے خُطبے کے بعد۔۔۔

دل سے یہ دُعا اُٹھّی ہے

دیکھنے کون ہے ، چلمن سے قبا اُٹھّی ہے
آج کس درد میں، دل سے یہ نوا اُٹھّی ہے

آسماں پر کہیں رحمت کی گھٹا اُٹھّی ہے
کُن کی سُن ! کون و مکاں میں بھی صدا اُٹھّی ہے

عرش پر جانا مقدّر تھا اسے ہر صورت
مضطرب ہو کے جو یہ آہ و بُکا اُٹھّی ہے

تیری تکلیف کا سوچا تو دلوں میں اکثر
آتشِ عشق ، نیا شعلہ جگا اُٹھّی ہے

ایسی تقدیر جو زخموں پہ لگا دے مرہم
وہ جو دے تجھ کو شفا، اُس کی بِنا اُٹھّی ہے

دُکھ ہوں سب دور تجھے عمرِ خضر مل جائے
تیرے پروانوں کی دل سے یہ دُعا اُٹھّی ہے

وہ تو بندہ ہے ترا، تیری رضا پر راضی
تیری رحمت کی نظر ہم پہ بھی کیا اُٹھّی ہے

طارق آثارِ محبّت میں ہے نم ہوں آنکھیں
چشمِ نم آج تو برسات نُما اُٹھّی ہے

••••••••

لگ رہا ہے آسماں اب آگ برسانے کو ہے

لگ رہا ہے آسماں اب آگ برسانے کو ہے
وہ جو ہے قہّار ، ظالم پر غضب ڈھانے کو ہے

ایسی گرمی ہے بلا کی ، اب یہی محسوس ہو
اس زمیں سے جیسے بس لاوا نکل آنے کو ہے

جو خدا کے گھر کو ڈھانے کے ہیں مجرم ، ایک دن
ظالموں کو پیسنے کی چکّی چل جانے کو ہے

لے کے طوفاں آئے گی ، مظلوم کی آہِ رسا
اب مکافاتِ عمل بھی قرض لوٹانے کو ہے

گر کے اسفل سافلیں میں ، کام یہ ایسے کریں
اک درندہ بھی انہیں دیکھے تو شرمانے کو ہے

بہہ رہا ہے خوں مسلمانوں کا ، تم خاموش ہو
کیا ہوا ایماں تمہارا ، وقت بتلانے کو ہے

ہے خدا دھیما غضب میں ، پر بڑا غیّور ہے
دیکھ لینا اس کی غیرت جوش میں آنے کو ہے

مسجدوں کو تم گراؤ ، توڑ دو قبروں کو بھی
بد دعا کوئی اثر اپنا تو دکھلانے کو ہے

یادِ ابراہیم میں قُربانیاں کرنے نہ دو
خوں شہیدوں کا مگر اب رنگ تو لانے کو ہے

کیوں نہیں خوفِ خدا ، بچ جاؤ اس کے قہر سے
شامتِ اعمال ، اک دن ، سامنے آنے کو ہے

ظالموں کی ایک مدّت تک ہوئی رسّی دراز
اب انہیں انجام تک ، تقدیر ، پہنچانے کو ہے

نیست و نابود ہوں گی طاقتیں دجّال کی
اب مسیحا کا علَم دنیا میں لہرانے کو ہے

چلچلاتی دھوپ میں بس اک شجر ہے سایہ دار
سائے میں اس کے جو آئے گا اماں پانے کو ہے

ہے یہ طارق کی نصیحت ، فائدہ ہو گا سُنو
اس طرف آؤ شجر یہ اب ثمر لانے کو ہے

••••••••

ہر خُلق جس کا اعلٰی و احسن کہا گیا

ہر خُلق جس کا اعلٰی و احسن کہا گیا
محصن وہ ، پاک اس کا تھا باطن کہا گیا

کہتے تھے اس کو عین جوانی میں متّقی
معصوم ساری عمر اور بچپن کہا گیا

جس کو کہا خدا نے محمّد کا ہے بروز
اُس کو ، خدا رسول کا دشمن کہا گیا

پوشیدہ رہ کے کرتا عبادت وہ رات دن
اُس کی حیا کو دیکھ کے دلہن کہا گیا

چہرے کو دیکھ کر ہی فدا ہو گئے کئی
اُس کی جبیں کو نُور سے روشن کہا گیا

اُس نے کہا جو دین کا بھی چاہئے خیال
اس کو دکانداری کا بھاشن کہا گیا

بیٹھے تھے لوگ ظلمتوں کی قید میں خموش
زنداں میں روشنی کا وہ روزن کہا گیا

جس سے بہار آئی ،ہرے ہو گئے شجر
بارش جو لائے وقت پہ، ساون کہا گیا

وہ بولتا ہے میرا خدا ، اُس نے جب کہا
اس کے دماغ کی اسے الجھن کہا گیا

انگریز نے جلائی ہے سازش کی آگ یہ
اسلام کے خلاف اسے ایندھن کہا گیا

معصوم سا وہ شخص جو سجدے میں تھا پڑا
وہ رام تھا اسے مگر راون کہا گیا

پہچان جوہری کو ہو ، دیکھے تو جانچ لے
اس کو نوادرات کا مخزن کہا گیا

بویا تھا تخم اس نے پھلا پھولا وہ شجر
پھیلا جو سب جہان میں گلشن کہا گیا

طارقؔ اسی کے باغ کے ہم بھی ہیں خوشہ چیں
جس کو کہ عافیت کا نشیمن کہا گیا

••••••••

اپنا تن من دھن سبھی قرباں خلافت کے لئے

کوئی بھیجا ہے خدا نے خود ہدایت کے لئے
شکر کا سجدہ ہے واجب ، اِس عنایت کے لئے

اُس کے در پر سر جھکانے سے سکوں ہو گا عطا
ہم کو جب پیدا کیا ، اُس نے اطاعت کے لئے

تا خدا سے ہو محبّت کا تعلّق ہر گھڑی
اُس نے سب رستے بتائے ہیں عبادت کے لئے

وہ شفا کر دے عطا بیمار ہو جاؤں اگر
بھیج دیتا ہے فرشتے وہ عیادت کے لئے

مصطفٰے کے دین کا کرتے ہیں دنیا میں دفاع
شکر کرتے ہیں خدا کا ایسی عادت کے لئے

نعرۂ تکبیر کی ہو گی صدا ہر سُو بلند
جاں اگر دینی پڑی ، دیں گے ، صداقت کے لئے

آزمائے ہم گئے ، تاریخ ہے اس کی گواہ
ہر کوئی تیّار بیٹھا ہے شہادت کے لیے

ہم ہوئے انصار ، کر کے عہد ، اللہ سے یہی
اپنا تن من دھن سبھی قرباں ، خلافت کے لئے

....

ہم انصارِ خلافت ہیں، خلافت جاں ہماری ہے

خلافت کی ، اطاعت سب سے بڑھ کر ہم کو پیاری ہے
ہم انصارِ خلافت ہیں ، خلافت جاں ہماری ہے

نئ نسلوں کے دل میں یہ محبّت ڈالنی ہے اب
کہ مل جُل کر خلافت کی محبّت پالنی ہے اب
ہماری ذمّہ داری ہے، ہمیں سنبھالنی ہے اب
کرے جو بات بھی دشمن وہ ہنس کر ، ٹالنی ہے اب

خلافت کی حفاظت مومنوں کی ذمّہ داری ہے
ہم انصارِ خلافت ہیں ، خلافت جاں ہماری ہے

جہاں کو امن کا پیغام دیں گے ہم محبّت سے
بھلا کیا فائدہ ہو گا دلوں میں بیٹھی نفرت سے

عدو جب تک نہ باز آ جائے گا اپنی شرارت سے
دعا کرتے رہیں گے یہ کہ بچ جائے جہالت سے

ہدایت جو خلافت سے ملے گی ہم کو پیاری ہے
ہم انصارِ خلافت ہیں ، خلافت جاں ہماری ہے

ہماری مسجدیں ڈھا دیں ، اذانیں بند کر دی ہیں
جہاں ملتی کتابیں تھیں ، دکانیں بند کر دی ہیں
کہیں قربانیاں دینے کی راہیں بند کر دی ہیں
بقول ان کے ہماری سجدہ گاہیں بند کر دی ہیں

عطا کردہ خلافت کی تو نعمت ہم میں جاری ہے
ہم انصارِ خلافت ہیں ، خلافت جاں ہماری ہے

خدا کا نام پہنچائیں گے ہم اکنافِ عالم میں
بجے گا حق کا ڈنکا ہر جگہ انصافِ عالم میں

خدا کے ہر طرف ہم پر ہیں جو الطاف ،عالم میں
علَم لہرائے گا اسلام کا اطرافِ عالم میں

خلافت کی بدولت کامیابی سب ہماری ہے
ہم انصارِ خلافت ہیں ، خلافت جاں ہماری ہے

••••••••

رات بھر میں کہاں ہوں سو پایا

رات بھر میں کہاں ہوں سو پایا
چین دن کو بھی تو نہیں آیا

زندگی کیوں نہ مُعتبر کر لیں
ایک دوجے کے دل میں گھر کر لیں

کتنی آسان بندگی ہو جائے
دل کی جو صاف گندگی ہو جائے

کچھ خیالات جو در آئے ہیں
لکھ کے قرطاس پر سجائے ہیں

یہ خیالات ہی بنتے ہیں سُخن
ذہن ہوتا ہے ان سے ہی روشن

تازہ گُل جن سے ہے یہ بُوئے چمن
وار دیتا ہوں اِن پہ تن من دھن

تم خیالات میں جو آ جاؤ
بن کے احساس سا جو چھا جاؤ

میں قلم لے کے تم کو لکھتا ہوں
دیکھ کر آئنہ ، سنورتا ہوں

کرتا مجذوب ہے تمہارا ساتھ
مجھ سے لکھوائے ہے تمہارا ہاتھ

میرے دل میں ہوا جو بلوہ ہے
اس کا باعث تمہارا جلوہ ہے

عیدِ قرباں

یاد دلواتی یہ قُربانی ہے ابراہیم کی
اور قُربانی تو لاثانی ہے ابراہیم کی

جب پدر کرنے کو اپنے ہاتھ سے ذبحِ عظیم
ہو گیا تیّار، قربانی ہے ابراہیم کی

باندھ دی آنکھوں پہ پٹّی تا نہ گھبرائے کہیں
اور پسر نے بات بھی مانی ہے ابراہیم کی

تھا پدر کے سامنے جیسے پسر لیٹا ہوا
غیب سے ہوتی پھر آسانی ہے ابراہیم کی

کہہ کے پہلے ہی تُو میرا حکم پورا کر چُکا
ربّ نے نیّت خوب پہچانی ہے ابراہیم کی

چھوڑ کر صحرا میں ماں بیٹے کو تُو تھا آگیا
اک نشانی بہہ رہا پانی ہے، ابراہیم کی

اذنِ ربی سے وہاں مینڈھے کو جب بھیجا گیا
گر گئی سجدے میں پیشانی ہے ابراہیم کی

عیدِ قرباں یاد میں اس کی مناتے ہیں جو ہم
کی وفا رب سے، جو لافانی ہے ابراہیم کی

پیار کا رب سے تقاضا ہے کہ ہم بھیجیں درود
ہاں محمدؐ، نسلِ تابانی ہے ابراہیم کی

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 13 جون 2024ء)

عید مبارک

کوئی مانے ، نہ مانے عید تو ہے
آج ساعت ہوئی سعید تو ہے

نفس کی بھی اگر ہو قربانی
کامیابی کی اک کلید تو ہے

چاند نکلا ہے چودھویں کا اب
ظلمتِ شب میں اس کی دید تو ہے

اس کی کرنوں میں نور ہے دیکھو
روشنی کی نئی نوید تو ہے

گُل چمن میں ہے ، جشنِ خوشبو بھی
سب سے جا کے ملو کہ عید تو ہے

سب کو پیغام دو محبّت کا
دور نفرت ہو یہ بعید تو ہے

کربلا ہے ، حسین بن جا تُو
گو مقابل ترے یزید تو ہے

دیکھ لینا عدو تبہ ہو گا
دی گئی اس کی بھی وعید تو ہے

عید کا دن ہے خون سے رنگیں
اک زمانہ ، ہوا شہید تو ہے

طارقؔ آئی ہے عید لے کے نوید
وقت بدلے گا یہ امید تو ہے

••••••••

ڈاکٹر طارق انور باجوہ کی نظم "عید مبارک" میں دعائیہ عناصر کا تجزیاتی جائزہ

ڈاکٹر رحمت عزیز خان چترالی*
(ورلڈ ریکارڈ ہولڈر)
rachitrali@gmail.com

ڈاکٹر طارق انور باجوہ کی نظم "عید مبارک" عید الفطر کی پر مسرت موقع اور اہمیت پر مبنی بہترین نظم ہے، جس میں رمضان کے روزوں کے پر مسرت اختتام اور عقیدت کی برکات کا ذکر کیا گیا ہے۔ بہترین اشعار اور دلچسپ منظر کشی کے ذریعے ڈاکٹر طارق انور باجوہ نے اس مبارک موقع کے جوہر کو خوبصورتی سے نظم میں بیان کیا ہے۔

نظم کا آغاز عید کی خوشی کے لیے دلی تمنا کے ساتھ ہوتا ہے، جو دعاؤں کے لیے تمناؤں کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ شاعر شکر گزاری اور عکاسی کا لہجہ ترتیب دے کر اشعار کو آگے بڑھاتا ہے، قارئین سے

عید کی برکات اور روحانی کامیابیوں کا جائزہ لینے کی تاکید کرتا ہے۔
روحانی دولت کا خیال نہ صرف مذہبی اعمال بلکہ حصول علم سے بھی ماپا جاتا ہے آپ کی نظم کے تانے بانے میں عید کی اہمیت کو باریک بینی سے شامل کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر طارق انور باجوہ کی منظر کشی سچائی اور خوبصورتی کے متلاشیوں کو جگہ جگہ اپنے اعمال پر غور و فکر کی دعوت دیتی ہے پھر بھی وہ جس گہرائی کی تلاش کرتے ہیں وہ کہیں نہیں پاتے—جب تک کہ وہ چمکتے سورج یا چمکدار چاند کا سامنا نہ کریں۔ روشن خیالی کی یہ استعاراتی جستجو روح کے روحانی تکمیل کی طرف سفر کی آئینہ دار ہے، جہاں الٰہی قدرت کی موجودگی کو آسمانی اجسام کی چمک سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

شاعر نے صحبت کی خوبصورتی اور فضل کی مزید تعریف کرتے ہوئے ہمیں ان لوگوں کے شانہ بشانہ

بشانہ چلنے کی تاکید کی ہے جو وقار اور عزت کی علامت ہیں۔ نیک رفاقت کا یہ جذبہ اپنے آپ کو نیک صحبت کے ساتھ گھیرنے کی اہمیت کو واضح کرتا ہے، جس کی جڑیں اسلامی تعلیمات میں گہری ہیں۔

پوری نظم میں الٰہی نعمتوں اور ہر قدم کے ساتھ لامحدود دعاؤں کا بار بار چلنے والا نقش موجود ہے۔ کثرت اور خیر سگالی کا یہ عکس عید کے دوران اجتماعی جشن کے جذبے پر زور دیتا ہے، جہاں اجتماعی دعائیں اور نیک تمنائیں دلوں اور دماغوں کو پر سکون کر دیتی ہیں۔

جوں جوں نظم آگے بڑھتی ہے ڈاکٹر طارق انور باجوہ باجوہ کی اشعار ثابت قدمی اور علم کے حصول کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں اور یہ تجویز کرتی ہیں کہ ناقابل جواب سوالات بھی بالآخر گہری بصیرت کا باعث بن سکتے ہیں۔ فکری اور روحانی ترقی کی یہ دعوت عید کے جوہر کے ساتھ سامنے آتی ہے، جو نہ صرف روزے کے اختتام کو خوبصورتی سے سامنے لاتا ہے بلکہ ذاتی اور اجتماعی خوشی کا دن بھی ہے۔

الٰہی رحمت اور تندرستی کے لیے شاعر کی دعوت زندگی کے چیلنجوں کے درمیان امید اور یقین دہانی کے جذبات کی بازگشت کرتی ہے۔ خواہ دُعا کا سامنا ہو یا مصیبت کا، نظم الٰہی قدرت پر بھروسہ اور مصیبت کے وقت لچک پر زور دیتی ہے۔

اپنی اختتامی سطروں میں ڈاکٹر باجوہ کی نظم "عید مبارک" ہمارے لیے قناعت اور ایمان کا ایک اعلیٰ پیغام لے کر آتی ہے۔ڈاکٹر طارق انور باجوہ کی فکر انگیز اشعار روحانیت اور رجائیت کے گہرے احساس کی عکاسی کرتی ہیں، جو عید الفطر کی تجدید، تشکر اور امید کے آغاز کے طور پر ہمارے سامنے ہے۔

ڈاکٹر طارق انور باجوہ کی شاعرانہ صلاحیت اس اشتعال انگیز تحریر میں چمکتی ہے، جو قارئین کو عید الفطر کی خوشیوں اور امنگوں کے ذریعے ایک عکاس سفر پیش کرتی ہے۔ اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کے ذریعے ڈاکٹر باجوہ ہمیں عید کے جذبے کو کھلے دل اور دماغ کے ساتھ قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں، ان الٰہی نعمتوں کا جشن مناتے ہیں جو ہماری زندگیوں کو تقویت بخشتی ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ڈاکٹر طارق انور باجوہ کی نظم "عید مبارک" عید الفطر کی روحانی اہمیت کی ایک پُرجوش یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے، جو ہمیں زندگی کے سفر پر چلتے ہوئے شکر گزاری، علم اور صحبت

کی خوبیوں کو اپنانے کی تلقین کرتا ہے۔ نظم کے لازوال موضوعات ہر عمر کے قارئین کو پسند آئینگے جو اس مقدس موقع کی وضاحت کرنے والی روایات کے لیے اتحاد اور احترام کے احساس کو فروغ دیتے ہیں۔ اہل ذوق قارئین کے مطالعے کے ڈاکٹر طارق انور باجوہ کی نظم پیش خدمت ہے۔

"عید مبارک"

مبارک عید کی خوشی، دعا کا استجاب ہو
قدم قدم ہو سرخرو ، تمہارا جب حساب ہو

عبادتیں جو کیں، تمہارے ساتھ، عمر بھر رہیں
علوم ہوں نصیب، جن کی رہنما کتاب ہو

نگر نگر پھرے مگر کہیں ملا نہ وہ گہر
جو چندے آفتاب ہو جو چندے ماہ تاب ہو

جمال وحسنِ یار ہے، جو چال میں وقار ہے
جو اس کے ساتھ تم چلو مصاحبِ نواب ہو

زمانے بھر کی نعمتیں خدا کرے تمہیں ملیں
قدم قدم دُعا تمھارے ساتھ بے حساب ہو

جہاں کہیں بھی تم رہو ہمیشہ یوں ہی خوش رہو
خدا کرے نصیب میں تمہارے آب و تاب ہو

چلے چلو ،جو رات ہے یہ کچھ دنوں کی بات ہے
کھلا ہوا ملے تمہیں جو رحمتوں کا باب ہو

رہیں بلند حوصلے، بڑھاؤ علم اس قدر
سوال گر کرے کوئی ، جواب لاجواب ہو

اگر لبوں پہ ہو دُعا ، تو کب مرض ہے لا دوا
کوئی بھی ہو علاج پھر، تمہیں نہ اضطراب ہو

عطا وہ روز گار ہو، ترقّیاں تمہیں ملیں
جو کام حوصلے کا ہو ، تمہارا انتخاب ہو

تمہاری خدمتوں سے خوش تمہارا رہنُما رہے
ہے وقت بہترین جب کہ عالمِ شباب ہو

••••••••

عید کا دن ہے گلے تم کو لگا لُوں، آؤ

عید کا دن ہے گلے تم کو لگا لُوں ، آؤ
پیار کے رشتے نئے تم سے بنا لوں ، آؤ

روز آ جاتے ہو سپنوں میں ستانے تو مجھے
اپنی آنکھوں میں تمہیں پھر سے بسا لوں آؤ

محو ہو جاؤ نہ یادوں سے مری اے ہمدم
دل میں ارمان نئے پھر سے جگا لوں آؤ

دل میں جلتی ہوئی مشعل نہ کہیں بجھ جائے
یادوں کی شمع پھر اک بار جلا لُوں آؤ

ہم نے تو رسمِ وفا تم سے نبھانا سیکھی
میں اُسی طرح وفا ، اپنی نبھا لوں آؤ

تم سے کیا پردہ ہے تم خوب مجھے جانتے ہو
میں کہانی ذرا دنیا کو سنا لوں آؤ

کیسے فُرقت میں بِتائے ہیں تری یاد میں دن
کروٹیں راتوں کو بدلیں جو بتا لوں آؤ

میرے اشکوں سے ترا نقش نہ دُھندلا جائے
میں ترا چہرہ پھر آنکھوں میں سجا لوں آؤ

میں نے جو عہدِ وفا تم سے کبھی باندھا تھا
خود سے اُس عہد کی تجدید کرا لوں آؤ

طارق اس عید پہ خوش ہوں میں خدا کی خاطر
تلخ یادوں کو میں کچھ دیر بُھلا لوں آؤ

....

جلسہ سالانہ امریکہ

دم بہ دم شوق کا اظہار نظر آتا ہے
جلسہ گہ مہبطِ انوار نظر آتا ہے

یار لوگوں کا تماشا ہے یہ آتش بازی
ہم کو جلسے کا یہ بازار نظر آتا ہے

کر لیا آپ نے ہم کو بھی خوشی میں شامل
آپ کے دل کا عیاں پیار نظر آتا ہے

جاگ اٹھی ہے یہ حسرت کہ وہاں پر ہوتے
جلسہ امریکہ کا تیّار نظر آتا ہے

بین الاقوامی محبّت کے مناظر ہر سُو
وہی جذبہ ہمیں ہر بار نظر آتا ہے

خوش نصیبی ہے کہ جلسے میں ہوئے شامل آپ
ہر طرف جلوۂ گلزار نظر آتا ہے

آپ کے ساتھ ہے ، ہر لمحہ خدا کی تائید
دستِ قدرت کا یہ شہکار نظر آتا ہے

جلسے والوں کو ہماری بھی دعائیں پہنچیں
جن سے راضی ہوا دلدار نظر آتا ہے

ہے کرشمہ یہ محبّت کا وگرنہ طارق
کون کہتے ہوئے اشعار نظر آتا ہے

عدو ، مایوس صورت دیکھ کر کَس دے نہ آوازہ
کسی نے کھٹکھٹایا ہے ترا در ، کھول دروازہ

گناہوں سے مرے بڑھ کر ، تری بخشش ، دریں چہ شک
تری رحمت کا کر سکتا ہے کیسے کوئی اندازہ

الٰہی بخش دے میری خطائیں ، جانتا ہے تُو
مجھے طاقت کہاں میں بھر سکوں گا ان کا خمیازہ

انہیں توفیق دے آپس میں مل بیٹھیں تری خاطر
کہ امّت کا تری ، بکھرا ہوا ہے دیکھ شیرازہ

حسیں صورت بنا کر دھوکہ دیتے ہیں گلی والے
کہاں پہچان پائیں گے ، مَلا چہرے پہ ہے غازہ

یہ تیرے نام لیوا ختم ہونے کو ہیں دنیا میں
تبہ ہوں گے نہ آئی تجھ سے گر کوئی کُمک تازہ

رہی بندی خدا کی ، آسیہ ، فرعون کے گھر میں
بنو مریم صفت طارق ، منیبہ تھی بے اندازہ

••••••••

خِرَد محوِ تماشا ہے۔۔۔

عدو تیری نگہ کے سامنے ، ڈھاتا قیامت ہے
اگر چاہے تو اس کو روک دے ، تجھ کو یہ طاقت ہے

مرے مولا ترے ہاتھوں میں عزّت اور ذلّت ہے
تو پھر کیوں غیر کے ہاتھوں ہوئی رُسوا یہ ملّت ہے

تباہی میں تری امّت کی ، شامل ہے تری مرضی !
سمجھ آتا نہیں ، اس ظلم کی کیونکر اجازت ہے

خِرَد محوِ تماشا ہے کہ آخر یہ ہوا کیوں کر
وہ ششدر ہے کہ اس میں بھی خدا کی کوئی حکمت ہے؟

مگر تاریخ دیکھیں تو بتاتی ہے یہی پیارو
"خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے آتی نصرت ہے"

وہ خود دشمن کے ہاتھوں ہی چڑھا دیتی ہے پھانسی پر
جلاتی ہے ، ڈبوتی ہے ، بناتی لاش عبرت ہے

یہ بندہ بھول جاتا ہے ،کہ توبہ کی طرف آئے
غضب میں وہ جو دھیما ہے ، بشر اس کی ہی خلقت ہے

ذرا سوچو ! ، نہ آیا ہو کوئی اس کا نمائندہ !
مکذّب جس کا ہو کر قوم نے پائی ہزیمت ہے

نظر دوڑاؤ دیکھو تو کہ دنیا میں ملی کس کو
تراجم کر کے قرآں پیش کرنے کی سعادت ہے

ہمارا کام طارقؔ ہے فقط آواز دے دینا
وہ آخر کار خود آئے گا جس کی نیک فطرت ہے

برکت اسی کی ہے یہ ثمر کھا رہے ہیں ہم

تیزی سے رِفعتوں کی طرف جا رہے ہیں ہم
نغمے خدا کی حمد کے جو گا رہے ہیں ہم

احمد کے ہاتھ سے لگے ہم پھول جا بجا
خوشبو اسی کی ہے جسے بکھرا رہے ہیں ہم

پودے لگائے پیار کے خود اُس نے ہاتھ سے
برکت اسی کی ہے یہ ثمر کھا رہے ہیں ہم

سینچے گئے ہیں چشمۂ عرفاں سے بار بار
شاداب شاخیں ہر جگہ پھیلا رہے ہیں ہم

ساقی نے ہاتھ میں دیا ہے جام اس لئے
خود پی کے دوسروں کو بھی پلا رہے ہیں ہم

دیکھا ہے اس کے فیض کا جو چشمۂ رواں
اس سَمت تِشنہ روحوں کو اب لا رہے ہیں ہم

باہر اندھیری رات ہے ، اک شمع کے طفیل
نوروں میں اپنے آپ کو نہلا رہے ہیں ہم

اب چار سُو جہان میں چرچا اسی کا ہے
آؤ اٹھو ہے دن چڑھا ، بتلا رہے ہیں ہم

واجِب ہے ہم پہ شکر کے سجدے کیا کریں
آگے امام پیچھے چلے جا رہے ہیں ہم

طارق خدا کے فضل کا کیونکر کریں شمار
اُس کی دُعا کا فیض سبھی پا رہے ہیں ہم

1974ء اسمبلی کا فیصلہ

وہ دیکھنے میں سارے ذہین و فطین تھے
سب تھے یسار میں کھڑے ، اک وہ یمین تھے

دیکھا بلند مرتبہ ، اس کے معین تھے
دشمن تھے اس کے جو ہوئے سارے مُہین تھے

مجھ پر ہی اس کے حُسن کا سایہ پڑا نہ تھا
جو اس کے ارد گرد تھے ، سارے حسین تھے

دیکھا تو ہو گا جب کبھی نکلا ہے اوٹ سے
وہ چاند تھا ، رفیق سبھی، مہ جبین تھے

میرا قصور تھا یہی، قائل میں ہو گیا
سچائی کے ثبوت، قوی و متین تھے

میں جانتا تھا فیصلہ ہو گا مرے خلاف
بیٹھے عدالتوں میں تو ''صادق امین'' تھے

منصف تھے، دعوے دار تھے ، خود ہی وہ تھے وکیل
ہم نے تو پیش کر دیے قولِ مبین تھے

حیرت ہے پیش جو ہوئے تھے وہ سبھی گواہ
اس کے ہی شہر، اس کی گلی کے مکین تھے

تاریخ جس سے پُر ہے ، تھی ایسی ہی اک مثال
حق بات کے خلاف سب شہ کے قرین تھے

طارقؔ اسی لیے تو ہمیں کر دیا الگ
ہم اک طرف جو راستی پہ بالیقین تھے

(مطبوعہ الفضل انٹر نیشنل 27 فروری 2024ء)

حضرت ابراہیم علیہ السلام

سادہ پُر حکمت کلام ایجاز تھا
حسن اور احسان کا غمّاز تھا

اس کے بچپن کا ابھی آغاز تھا
نیک فطرت کا ہوا دمساز تھا

گرچہ حکمت سے بھرا انداز تھا
سچ کی بچپن سے رہا آواز تھا

اس نے جانا نغمۂ توحید ہی
نغمہ ہائے زندگی کا ساز تھا

جانتا تھا اس کی ہے کیا کیا سزا
بولنے سے سچ ، کب آیا باز تھا

اس کے آگے ہو کے خالص جھک گیا
وہ خدا کی راہ کا جاں باز تھا

زندگی جدّو جہد کا نام ہے
پا گیا وہ زندگی کا راز تھا

خود خدا اس کی وفا پر ہے گواہ
وہ خدا کا بندۂ ممتاز تھا

آل میں اس کی محمّد کا شمار
یہ خلیل اللہ کا اعزاز تھا

آگ میں ڈالا گیا طارق ، مگر
اس پہ ٹھنڈی ہو گئی ، اعجاز تھا

••••••••

حضرت خلیفتہ المسیح الرّابع رحمہ اللہ

جس کے قبضے میں ہیں دل ، ایسا وہ ساحر بھی ہے
سانپ کو رسّی بنانے کا وہ ماہر بھی ہے

ہنستے ہنستے وہ رُلا کر ہے دلوں کو دھوتا
وہ جو اطہر بھی مطہّر بھی ہے طاہر بھی ہے

وہ مسیحا بھی ہے استاد بھی ہے عالم بھی
وہ جو منصور بھی ہے دین کا ناصر بھی ہے

وہ جو تقریر فسوں خیز کرے ، دل جیتے
وہ نہیں نثر میں ہی طاق ، وہ شاعر بھی ہے

اس کے جذباتِ محبّت سے پگھلتے دل ہیں
ایک دنیا ہے ، سمجھنے سے جو قاصر بھی ہے

خیرہ ہوتی ہیں نگاہیں جو نظر اس پہ پڑے
حسن اس کا نہیں اندر ہی ، وہ باہر بھی ہے

رعب سے دی گئی نصرت اسے ہر گام پہ ہے
ہر قدم فتح ملی اس کو جو ظاہر بھی ہے

معجزے آنکھوں سے دیکھے جو دکھائے اس نے
تھا دعاؤں میں اثر پہلے بھی ، آخر بھی ہے

طارق آتا ہے جو ٹی وی پہ تو ایسا ہی لگے
حق کا پیغام سدا دینے کو حاضر بھی ہے

••••••••

آئین خود ہی اک دن سرکار توڑ دو گے

گنبد کو توڑ دو گے ، مینار توڑ دو گے
تم مسجدیں بھی شاید دو چار توڑ دو گے

آخر کو کیا ملے گا ، کلمہ تمہیں مٹا کے
حق کا جو ہو رہا تھا ، اظہار توڑ دو گے

ایمان سے منوّر توڑو گے دل یہ کیسے
ان پر رقم خدا کا ، کیا پیار توڑ دو گے

نقصاں کرو گے کس کا ، ثابت کرو گے کیا تم
جب باغ کے شجر تم پھلدار توڑ دو گے

آپس میں گو لڑو تم ، سازش تو یہ کرو تم
توحید کا دلوں سے اقرار توڑ دو گے

تم نفس کے پجاری، ایمان سے ہو عاری
کرسی ملے تو دیں کا پندار توڑ دو گے

کلمہ سے کیا غرض ہے ، مقصد فساد سے ہے
جس کے لئے ہر اک حد ، ہر بار توڑ دو گے

پہلے بھی تم سے آئے ، حربے سب آزمائے
کچھ بھی نہ کام آئے ، اوزار توڑ دو گے

ہم جیل میں گئے ہیں پہلے بھی اس کی خاطر
سینے بنیں گے پھر سے دیوار ، توڑ دو گے؟

تاریخ کو اُٹھا کر دیکھو تو اک نظر تم
تم نے کئے جو وعدے ، ہر بار توڑ دو گے

تم آئینے سے ڈر کے چہرہ چھپا رہے ہو
آئین خود ہی اک دن سرکار توڑ دو گے

طارق لکھا ہے کلمہ ہر احمدی کے دل پر
ان سے کہو یہ دل پھر ، اک بار توڑ دو گے

••••••••

تیسری جنگِ عظیم روکو۔ مہم

اے سخنور اُٹھ کہ وابستہ ہے تُجھ سے انقلاب
تھام لے اپنا قلم اب چھوڑ طاؤس و رباب

پھیلتا جاتا ہے بحر و بر میں ہر جانب فساد
دیکھ لے اخلاق سے عاری ہوئے اہلِ کتاب

دہریوں سے کیا گلہ ان کا خدا کوئی نہیں
ہے خدا کے نام لیواؤں پہ بھی اس کا عتاب

دسترس دل تک نہیں ہے نور کی ، پردے پڑے
روشنی تو دے رہے ہیں آفتاب و ماہتاب

رہبروں میں اہلِ دانش کا بڑا فقدان ہے
آ گیا سیلاب کہتے ہیں نظر آئے سراب

ہوش میں لانا ہے ان کو بھی سلیقے سے ہمیں
جن کی گھٹی میں پڑا ہے رات دن پینا شراب

خود سری، لالچ ، تعصّب ، ضد ہے اور ذاتی مفاد
مل کے ساری کر رہی ہیں عادتیں ان کو خراب

دے کے دروازے پہ دستک گر جگائیں گے نہ ہم
کیا بچائیں گے وہ طارق ، جو رہیں گے محوِ خواب

••••••••

خلافت۔۔۔قدرتِ ثانیہ

قدرتِ اوّل کے بعد آئی ، خلافت کی بہار
تھی خبر یہ بھی کہ اب ، آتی رہے گی بار بار

دوسری قدرت ، مسیحا کی خلافت کا ظہور
فیض پائیں گے ، خلیفہ پر ہوا جن کا مدار

لوگ سو باتیں کریں ، ہم کو خلافت ہے عزیز
ہم ہوئے اس پر فدا ، ہے جان و دل اس پر نثار

دودھ میں مائیں پلاتی ہیں محبّت کی شراب
ماؤں سے بڑھ کر ، خلافت سے ہوا ، بچوں کو پیار

ہر طرف ناکامیوں نے ڈھیر ان کو کر دیا
دشمنوں نے گرچہ تدبیریں تو کی ہیں صد ہزار
فتح و نصرت ہے مقدّر میں خلافت کے ہمیش

اور مخالف کے لئے ذلّت لکھی ہے بے شمار

ہے پریشانی عیاں اب ان کے چہرے سے ہوئی
دُور جا کر ، گُل نظر آتی ہے اب تاریک و تار

دشتِ ویراں اک طرف جس پر برستی نار ہے
اک طرف گلشن ہے ، رونق ہے جہاں لیل و نہار

جو ہیں وابستہ خلافت سے بشارت ہو انہیں
گِرد ان کے ہے ، حفاظت کو فرشتوں کا حصار

جان جائیں گر خلافت کی اطاعت کے فیوض
اس کے ہاتھوں پر کریں بیعت سبھی دیوانہ وار

ہم ہیں خوش قسمت جو طارقؔ ، اس کے در پر آ پڑے
اس کی خاطر دل دھڑکتے ہیں جو ہو کر بے قرار

....

طوافِ کعبہ

جنوں میں ، تیرے میں گھر کا ، طواف کرتا ہوں
گناہ تیرے، یہ کہہ دے ، معاف کرتا ہوں

تُو جانتا ہے کہ نادِم ہوں میں گناہوں پر
بہا کے اشک ، جو دل ، پاک صاف کرتا ہوں

میں ہر قدم پہ ترا شکر ، تیری حمد کروں
کہ اختیار یہ رستہ ، مَطاف کرتا ہوں

تری رضا مرا مقصودِ زندگی ہر دم
تُو روک دے جو میں اس کے خلاف کرتا ہوں

لباسِ تقوٰی مکمّل ہو ، وہ رفو کر دے
گناہ کر کے جو اس میں شِگاف کرتا ہوں

نگاہِ لطف تری کا ہوا ہوں میں طالب
اسی لئے ترے گھر کا طواف کرتا ہوں

قبول کر لے دعائیں تُو اپنے بندے کی
تجھے یہ عرض پکڑ کر غِلاف کرتا ہوں

میں عبد ہوں ترا معبود ہے تو طارق کا
ہر ایک شرک سے میں انحراف کرتا ہوں

....

قوسِ قُزح

قوسِ قُزح کے کتنے رنگ
بکھریں جب تو اتنے رنگ

بوجھو کیا ہے نور کا رنگ
کوئی نہ ڈالے رنگ میں بھنگ

اڑ جائے جو کٹی پتنگ
ورنہ سب کا ایک ہی رنگ

دھوپ کہیں اور چھاؤں کہیں
جیون کے ہیں سارے رنگ

پانی کے قطروں میں دیکھ
پھوٹیں کرنیں ان کے سنگ

آئے نظر پھر نور کا رنگ
دیکھ فلک پر ہیں ست رنگ

نور ہے جو دل پر اترے
رہتی ہے پر نار سے جنگ

اک جانب ابلیس کھڑا
دیکھ فرشتے بھی ہوں تنگ

اللہ ھو میں چھپ جائیں وہ
نعرہ ماریں یار ملنگ

گیت کے کتنے ہوں آہنگ
دل کو چھو لیں جو ہم رنگ

ہر کوئی چاہے تو اتنا
پھول چمن کے ہوں خوش رنگ

سُرخی کے آثار ہیں دیکھو
پھیل نہ جائے لہو کا رنگ

جانے کتنے ننگ دھڑنگ
کہتے ہیں خود کو جو ملنگ

پھونکیں مار کے بیچیں دیں
عقل ہوئی ہے ان پر دنگ

جیتے اب جس کا ہے قلم
چھوڑے ہاتھ سے تیر تُفنگ

چلتا ہے وہ اس کے سنگ
جینے کی ہے جس کو امنگ

دیکھیں مچھلی پکڑے کون
جھیل میں بگلے اور نہنگ

ایک کو مانو ایک رہو
ورنہ چھڑ جائے گی جنگ

دیکھ انہیں اور ان سے سیکھ
قوسِ قُزح میں سارے رنگ

بکھریں جب تو کتنے رنگ
مل جائیں تو ہیں یک رنگ

....

آ گیا پھر وصل کا موسم مہِ رمضان میں

آ گیا پھر وصل کا موسم مہِ رمضان میں
دور ہوتے ہیں مرے سب غم مہِ رمضان میں

جلد پھر جاگا کریں گے رات کے پچھلے پہر
اس دفعہ کھائیں گے بھی کچھ کم مہِ رمضان میں

ایک مدّت سے چلی آتی ہے راہ و رسم یہ
اُلفتِ قرآں بڑھے ، یکدم مہِ رمضان میں

رات دن وصلِ خدا کی آس میں رہتے ہوئے
ہے عبادت روز و شب مُدغم مہِ رمضان میں

باندھ زنجیروں میں لیتا ہے خدا شیطان کو
ہاتھ میں نیکی کا پرچم دے مہِ رمضان میں

جب کہ سحری میں رکھی برکت خدا نے خاص ہے
آب افطاری میں ہے ، زم زم مہِ رمضان میں

اُس کا وعدہ ہے بنے گا اجر خود اس کا خدا
فائدہ روزوں کا ہے کیا کم ، مہِ رمضان میں؟

گفتگو کرتا ہے بندے سے خدا اس ماہ میں
فضل پائیں اور بڑھ کر ہم مہِ رمضان میں

ہم منائیں لمحہ لمحہ ، روز خوشیوں کا سماں
عید اور شب رات کا سنگم مہِ رمضان میں

طارق آ جاتا ہے جو ہر سال خوشیوں کو لئے
پھر بہاروں کا ہوا موسم مہِ رمضان میں

••••••••

جاں بھی فدا ہوئی تو کہاں قرض اتار دے

بن مانگے دے رہا ہے خدا ، بار بار دے
جب جس کی چاہتا ہے وہ قسمت سنوار دے

اس کے حضور جھک کے کریں التجائیں جو
کرنے کو سارے کام فرشتے اتار دے

واجب ہے اس کا شکر کرے بندہ ہر گھڑی
دیتا ہے ایک دکھ تو وہ نعمت ہزار دے

طوفان لے کے آئے غضب میں وہ جب بڑھے
کشتی میں پھر کسی کسی کو پار اتار دے

جس دل میں اپنے پیار کی دیکھے وہ اک جھلک
لاکھوں گنا وہ آگے ہو کے اس کو پیار دے

ایسے بھی تو وفا کا کبھی امتحان لے
صیقل کرے وہ دشت میں جس کو اتار دے

پتھر کو بھی بنائے وہ سونے کی اک ڈلی
کندن بنا کے ہاتھ سے اپنے نکھار دے

دے کر وہ حکم باپ کو بیٹا کرو فدا
بیٹے کو پھر ہٹا کے وہ مینڈھا اتار دے

جب ہر قدم پہ ساتھ وہ دیتا ہے پیار سے
بندے کا بھی تو حق ہے وہ بھی جان وار دے

پڑتی ہیں جب ہمارے سر پہ آزمائشیں
"وہ دل ہی کیا جو خوف سے میدان ہار دے"

طارق اسی کی دی ہوئی ہے جب یہ زندگی
جاں بھی فدا ہوئی تو کہاں قرض اتار دے

اسلام آباد میں نمازِ فجر

(10 مارچ 2024)

خوش ہو کبھی ہمیں بھی وہ ناکام دیکھ کر
حسرت عدو کے دل میں رہی نام دیکھ کر

مرعوبِ احتشام تھے پیغام دیکھ کر
دار الخلافہ ، مرکزِ اسلام دیکھ کر

اسلام آباد آ گئے انصار مل کے ہم
تھا جس کا اہتمام صدا عام دیکھ کر

آقا کی اقتدا میں پڑھیں فجر کی نماز
آئے تھے تیز گام ، یہ ہنگام دیکھ کر

ہم اس کی پیروی میں چلیں وہ چلے جہاں
جس نے بھی اب زُمام لی ہے تھام ، دیکھ کر

آغاز دن کا خوب تھا، اس پر نظر پڑی
چہرے پہ ابتسام تھا ، ہر گام دیکھ کر

انصار تک تو ہم کو سمجھ آ رہی تھی بات
جی خوش ہوا بہت یہاں خدّام دیکھ کر

دل انبساط سے بھرا ، ہم آگئے یہاں
حیراں تھے اِزدِحام ، سرِ عام دیکھ کر

حضرت خلیفہ رابع کے مزار پر گئے
رُکتا ہے خاص و عام وہاں نام دیکھ کر

روحوں کو خوب سیر کیا تھا نماز نے
حیران ، انتظامِ دہن و کام دیکھ کر

لنگر مسیح کا تھا کُھلا برکتیں لئے
وہ ایک فیضِ عامِ صبح و شام دیکھ کر

طارقؔ خدا کے فضل سے توفیق یہ ملی
ہوتے ہیں شاد کام یہ انعام دیکھ کر

••••••••

ماہِ رمضان ہے، احسانِ خدا دیکھو تو

ماہِ رمضان ہے ، احسانِ خدا دیکھو تو
شانِ رمضان بھی ہے سب سے جُدا دیکھو تو

لے کے ہر سال چلا آتا ہے بخشش کی نوید
ماہِ رمضان کی ہے کیسی ادا دیکھو تو

ابرِ باراں سے کہیں بڑھ کے ہے رحمت اس کی
فضل کی ہوتی ہے بارش جو گھٹا دیکھو تو

آزماؤ تو سہی ، دل سے ارادہ کر کے
اے مرے فلسفیو زورِ دعا دیکھو تو

کیسے چھٹ جاتے ہیں اندھیرے غمِ دنیا کے
کیسے امّید کا روشن ہو دیا ، دیکھو تو

کام دنیا کے نہ اسباب تمہارے آئے
اپنے رب سے بھی کبھی کر کے وفا دیکھو تو

آپ ہی ذات کا اپنی وہ تمہیں دے گا ثبوت
خواہشِ وصل ، طلب کر کے لقا ، دیکھو تو

طارقؔ اس ماہ میں دل پر ہو فرشتوں کا نزول
عرش سے جیسے اتر آئے ، خدا دیکھو تو

....

شدّت سے ہو ترا مہِ صیام، انتظار

شدّت سے ہو ترا مہِ صیام ، انتظار
تجھ میں خدا سے رابطہ ہوتا ہے استوار

رحمت ہو پہلے عشرے میں ، دوجے میں مغفرت
پائے جو تیسرا کہاں چھوتی ہے اس کو نار

یہ امتحان صبر کا ، اس میں سکوں نہاں
جس کے نصیب میں ہو یہ کب ہو وہ بے قرار

کرتا ہے سب گناہ وہ اس ماہ میں معاف
آئندہ اُن سے بچنے کے ساماں ہیں بے شمار

جو اس کے در پہ جائے گا بخشش ہی پائے گا
رمضان ہی پناہ ، حفاظت کا ہے حصار

صد شکر اپنی زندگی میں آ گیا ہے پھر
کیونکر ہو رب کی نعمتوں کا ، بندے سے شمار

قرآن کا نزول اسی ماہ میں ہوا
جس پر عمل بچائے ، جو شیطان کا ہو وار

لازم ہے تر رہے زباں اس پر درود سے
ملتی ہیں جس کی پیروی میں نعمتیں ہزار

طارق ہے خوش نصیب وہ جس کو ملا یہ ماہ
بخشش پھر اُس کی ہو گئی ، گزرا جو اِس کے پار

••••••••

یہ ممکن نہیں کوئی توبہ کرے

یہ ممکن نہیں کوئی توبہ کرے
نہ جب تک خدا اُس کو توفیق دے

مبارک جو ہاتھ اس کا ہی تھام لے
سکینت کی وادی میں اترا کرے

خدایا مرے سب گنہ بخش دے
نہ ہو یہ، ترے سامنے دل ڈرے

جو دامن مرا پاک ہو ، صاف ہو
ترا قرب پاؤں نہ جاؤں پرے

طلب گارِ بخشش اگر دل رہے
خدا بھی حفاظت میں اپنی رکھے

جو جیتے تُو خود کو کہے با کمال
جو ہارے تو دوش اِس کا قسمت کو دے

ترا حال کیسا عجب ہو گیا
نہ ہو ایسے دیکھے ، کوئی تو ہنسے

اگر زندگی ہے تو یہ زندگی
تمہارا خدا تم سے راضی رہے

تمہارا سبھی کچھ فدا اس پہ ہو
کوئی شے بھی اپنی نہ باقی رہے

ذرا سی فقط ہے تُو اک مشتِ خاک
یہی کہہ کے طارقؔ ، خدا بخش دے

’’ہم قدم قدم پر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اُس کی رضا کی جستجو کرتے ہیں‘‘

مجھے خدا تعالیٰ نے یہ فقرے اس لیے بتائے ہیں کہ ہماری جماعت کے لوگ اگر اپنی دعاؤں میں یہ فقرے کہیں گے تو اُن کی دعائیں زیادہ قبول ہوا کریں گی۔ گویا یہ دعا کی قبولیت کا ایک القائی نسخہ ہے۔

(خطباتِ محمود جلد 37 صفحہ 529)

مناجات

’’ہر قدم ہے توجّہ ، خدا کی طرف
اور اس کی رضا کی ہمیں جستجُو‘‘

وہ مخاطب ہوا مجھ سے کہہ کر کہ تُو
کر رہا ہے مرے پیار کی جستجُو
مجھ سے ملنے کی رکھتا ہے تُو آرزو
تیری آنکھوں سے ہے جو رواں آب جُو

دل میں رہتا ہے تیرے سدا اللہ ہُو
تیرا حق ہے کرے مجھ سے تُو گفتگُو
اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو
اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو

تُو نے چھوڑا ہے میرے لئے سب جہاں
نعمتیں میں نے دیں جو ہیں تجھ پر عیاں
شکر سے ہر گھڑی تیری تر ہے زباں
صبر کرتا ہے تُو آئے گر امتحاں

ہے تجھے جاں سے پیاری مری آبرو
ہے مرے ذکر سے گرم تیرا لہو
اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو
اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو

یہ بنے ہیں جو سارے زمان و مکاں
تیری خاطر بنائے ہیں دونوں جہاں
ہے ترے دل میں ، میری محبّت نہاں
تُجھ کو اندازہ کیا تُو کہاں میں کہاں

دیکھ سکتا نہیں تُو مجھے رُو برو
میرا جلوہ مگر ہے یہاں چار سُو
اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو
اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو اللہ ہُو

میں تو اس کی عنایت پہ حیراں ہوا
ذات کا اس کی مجھ کو جو عرفاں ہوا
اس کی رحمت کا شفقت کا جویاں ہوا
دیکھ کر مہرباں ، اس پہ قرباں ہوا

آزمائش میں جو ہو گیا سُرخرو
اس کا دل پا گیا رازِ لَا تقنَطُوا
اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو
اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو

آمنہ کے بطن سے ہویدا ہوا
دیکھ کر جو تِرا حسن شیدا ہوا
اُس کے دل میں تُو مثلِ سُویدا ہوا
پھر ، نہ عاشق کبھی ویسا پیدا ہوا

تیرے جیسا نہیں ہے کوئی خوبرو
ہم کھڑے ہوں ترے سامنے با وضو
اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو
اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو

بھیجیں گر اپنے محسن پہ لاکھوں درود
ہیں یہ الفاظ کانوں میں جیسے سرود
ہو خدا کا دلوں پر ہمارے ورود
ہو لقا ، یوں تو ہیں ، بندگی کی حدود

"ہر قدم ہے توجّہ ، خدا کی طرف
اور اس کی رضا کی ہمیں جستجُو"
اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو
اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو اللّٰہ ہُو

••••••••

فلسطینیوں کی عید

عید کیسے منائیں گے ہم دوستو
شرم سے مر نہ جائیں گے ہم دوستو

گھر کھنڈر ہو گئے ، شہر ویران ہیں
گُم ہوئے ہیں جو بچّے وہ حیران ہیں
جو بچے والدین ، اب پریشان ہیں
دوڑتے بم دھماکوں کے دوران ہیں
کیا کبھی ایسے بھی دیکھے رمضان ہیں
خوں میں لپٹے ہوئے یاں مسلمان ہیں

لوٹ کر گھر کو جائیں گے ہم دوستو
عید تب ہی منائیں گے ہم دوستو

ہم ہیں ارضِ مقدّس کے جو تھے امیں
گھر سے اپنے نکالے گئے ہیں مکیں
یہ فلسطین نبیوں کی ہے سر زمیں
ہے چمکتا جو دیکھو تو نُورِ جبیں
لوٹ آنے کے ، وعدوں پہ بھی ہے یقیں
"قولِ اُملِی لَھُم، اِنَّ کَیدی متیں"

عید کیا پھر منائیں گے ہم دوستو
خود کو مجرم نہ پائیں گے ہم دوستو؟

یہ تو ملّت پہ حملہ بدستور ہے
ہر مسلماں نشے میں مگر چُور ہے
وہ تو کہتا ہے جنّت بہت دور ہے
لے کے چلتا اسے وعدۂ حور ہے
جانتا ہی نہیں عقل کیا نُور ہے
اس کو دِکھتا لرزتا ہوا طُور ہے

جانے کب مسکرائیں گے ہم دوستو
عید کیسے منائیں گے ہم دوستو

ایک دن جب بھی آئے گی نصرت ہمیں
کیا نہ پھر سے دلائے گی عزّت ہمیں
کچھ ملی تو ہے ورثے میں جراءت ہمیں
زندہ رکھے گی کچھ دیر غیرت ہمیں
گر مدد دے خدا کی عنایت ہمیں
سب ملیں گر تو مل جائے طاقت ہمیں
دل میں سپنے سجائیں گے ہم دوستو
جب بھی تعبیر پائیں گے ہم دوستو

بہہ گیا کتنا اب تک ہے خوں دوستو
کون ہے جس کو ہے یہ جنوں دوستو

ہے یہ دجّالیت کا فسوں دوستو
اور کیا ذکر تم سے کروں دوستو
کون ہے جس کو اپنا کہوں دوستو
ہے مرا حال بے حال کیوں دوستو

شکر کس کو دکھائیں گے ہم دوستو
عید کیسے منائیں گے ہم دوستو

••••••••

”بروفات خالہ جان، امتہ السلام صاحبہ

23مارچ2024“

دل پر یہ دُکھ لیا ہے ہر اک خاص و عام نے
داغِ مفارقت دیا ، اَمَتہ السّلام نے

خوش خُلق تھیں وہ صابر و شاکر ، وفا شعار
مہماں نواز تھیں وہ متیں اور باوقار

صوم و صلوٰت کی رہیں پابند عمر بھر
رہتی تھی فکر ہو نہ تہجّد ، اِدھر اُدھر

تھیں موصیہ ، لگن تھی تلاوت ہو روز ہی
آواز تھی پسند وہ جس میں ہو سوز بھی

یوں تو قصیدہ یاد تھا بچپن میں کر لیا
سن سن کے پھر درود سے دامن کو بھر لیا

گھر پیش کر دیا برائے مرکزِ نماز
رونق نمازیوں کی تھی ، ان کی خوشی کا راز

ہر ابتلا میں خود تو وہ سینہ سپر رہیں
راضی خدا سے تھیں کبھی شکوہ کیا نہیں

مولا نے مال کی تو نہیں ریل پیل دی
بچوں کے دل میں دیں کی محبّت انڈیل دی

لگتا امامِ وقت سے کرتی ہیں ایسا پیار
گر ان کے بس میں ہو تو دیں وہ جان اس پہ وار

اِخلاص ان کا دیکھ کے کرتے تھے رشک سب
پیاروں کے ذکر پر کبھی رُکتے تھے اشک کب

شرم و حیا کا ایک نمونہ تھیں شان دار
لیکن نڈر تھیں فخر تھا رہتی ہیں پردہ دار

بچوں کی تربیت کا ہمیشہ رہا خیال
کرتیں یہ شکر رب نے دیا خود ہی ان کو پال

جراءت سے زندگی سبھی اپنی گزار دی
ان کی دعا نے بچوں کی سیرت سنوار دی

بچوں کو ان کے صبر و سکینت بھی دے خدا
ان کے نمونے پر چلیں طاقت بھی دے خدا

ماہِ صیام میں ہوا ان کا وصال ہے
اب ان کی مغفرت کا خدا سے سوال ہے

رحمت کے سائے ان کو محبّت سے ڈھانپ لیں
ان کی فرشتے بڑھ کے بلائیں خود آپ لیں

ط طارق تھا ان کا تجھ سے تعلّق بھی کچھ سوا
خالہ کو اپنے قُرب میں رکھے سدا خدا

••••••••

محمدؐ کے دیں کی ہیں یہ ناصرات

وہ لڑکی تھی اک ، عام سے خدّ وخال
اداؤں سے کرتی تھی سب کو نہال

فقط اک خدا سے ہی ڈرتی تھی وہ
بس اک اپنی ماں پر ہی مرتی تھی وہ

عبادت کا اس کو بہت شوق تھا
کہ فطرت میں اعلٰی بڑا ذوق تھا

محبّت تھی قرآن سے اس قدر
نظر آتے تھے اُس میں جیسے گہر

محمدؐ پہ تھی جان اس کی نثار
دیا جان و دل اس نے احمد پہ وار

خلافت کی شیدا وہ بچپن سے تھی
فدا اس پہ ہر پل رہی من سے تھی

ابھی عمر تو تھی فقط سات سال
تھی خواہش یہ دل میں کہ ہو باکمال

اسے فخر تھا اب ہے وہ ناصرہ
ہے مقصود اس کا خدا کی رضا

حسیں احمدیّت کی جو ہے لڑی
خلافت ہے مضبوط اس کی کڑی

ہے شان اس کی بیعت سے ہی تو بڑھی
ہوئی زیرِ شفقت اسی کے بڑی

خدایا عطا کر بہت ان کو پیار
بنے تیری آغوش ان کا حصار

عطا ہو انہیں جو ترا التفات
خدایا درخشاں ہو ان کی حیات

نظر سے نہ اوجھل کبھی ہو یہ بات
محمدؐ کے دیں کی ہیں یہ ناصرات

....

آزاد نظم

خزاں ہے لیکن، بہار آئے گی، آس رکھنا

قریب آنے نہ دینا اس کو
ہمیشہ دل سے جو دور رکھنا
تو، یاس رکھنا

بحال اپنے حواس رکھنا
بلند اپنا قیاس رکھنا
جو چاہتوں کی تُو پیاس رکھنا
تو الفتوں کی
گلاب جیسی تُو باس رکھنا

غموں کو اپنا تُو داس رکھنا

تُو مسکراہٹ لباس رکھنا
لبوں پہ ایسی مٹھاس رکھنا
محبّتوں کی اساس رکھنا

خوشی مقدّر میں ہے تمہارے
خوشی کے موسم کو راس رکھنا
کبھی نہ دل کو اداس رکھنا
نگاہ میں تُو سپاس رکھنا

دبا کے غصّہ، بھڑاس رکھنا
کہ صبر کا انعکاس رکھنا
پڑے جو مایوسیوں کا سایہ
تو یاد یہ اقتباس رکھنا

کسی کو جو آس پاس رکھنا

نظر کو جوہر شناس رکھنا
خدا کے آگے ہمیشہ جھک کر
دعامیں سب التماس رکھنا
کرے گا ہر آن جو حفاظت
یہ ایک نسخہ تو پاس رکھنا

بہار آئے گی، آس رکھنا
بہار آئے گی، آس رکھنا

••••••••

آزاد نظم

جواب دے دے تو میں ترا ہوں
تُو چاہتا ہے
میں تیری آنکھوں میں خواب بھر دوں
مجھے مگر تُو نے اپنی آنکھوں میں کب جگہ دی
ذرا بتا دے
تُو چاہتا ہے
میں تیرے خوابوں میں رنگ بھر دوں
مگر کبھی تو نے خواب دیکھے نہیں ہیں میرے

ہے تیری خواہش میں تیرے دل کو نہال کر دوں
مگر مجھے تُو نے اپنے دل میں بسایا کب تھا
کہ ساز بن کر میں دھڑکنوں میں سمایا کب تھا
کہ تیرے ہونٹوں نے میرا نغمہ بتا دے اک بار گایا کب تھا
ترے لبوں پر کبھی مرا نام آیا کب تھا

ہاں اشک پلکوں پہ میری خاطر سجایا کب تھا

یہ میرا در کھٹکھٹایا کب تھا

جواب دے دے

تو میں ترا ہوں

••••••••

آزاد نظم

میں کیوں نہ سب کچھ اسے بتاؤں
گزرتے وقتوں کے تیز لمحے
گریز لمحے
خموش یہ سنگ ریز لمحے

سبق پڑھاتے ہیں آشنائی کا
اس خدا سے
میں جانتا ہی نہیں ہوں جس کو
مگر وہ اچھی طرح سے مجھ کو
ہر ایک پہلو سے جانتا ہے
مرا خدا ہے
اسی کے ہاتھوں سے میں بنا تھا
اسی نے تخلیق کی تھی میری

بنا کے ڈھانچہ کیا مکمل
پھر اس میں پھونکی تھی
روح اپنی
اسی لئے تو
کبھی کبھی سوچتا ہوں میں یہ
اگر نہیں وہ
تو کیسے میرا وجود اس کو
کبھی کبھی یوں پکارتا ہے
کہ جیسے اپنا بس اک وہی ہے
فقط وہی ہے
اگر ہے خالق
تو میرا معبود بھی وہی ہے
نہیں ہے معبود کوئی اس کے سوا کہیں بھی
تو کیوں کسی اور در پہ جا کر
میں سر جھکاؤں

میں اپنی کمزوریاں دکھاؤں

میں اپنی ناکامیاں بتاؤں

میں پھر سے ناکام لوٹ آؤں

میں کیوں نہ سب کچھ اسے بتاؤں

جو میرا مالک ہے مہرباں ہے

جہاں میں چاہوں

وہاں وہاں ہے

وہ دل کے اندر کہیں نہاں ہے

وہ دل کی دھڑکن میں بھی عیاں ہے

اسی کا مظہر یہ جسم و جاں ہے

اسی کا جلوہ یہ سب جہاں ہے

•••••••••

پنجابی غزل

مسجد ، مندر ، ڈھاؤندے پھر دے
گھراں نوں اگّاں لاؤندے پھر دے

کمّیاں جا مسیتاں ملّیاں
کِتھے ، پیلی واؤندے پھر دے

جے کوئی مِل کے بیہہ جاندا اے
ایہہ وچ ونڈاں پاؤندے پھر دے

چار جماعتاں پڑھ کے منڈے
ہیر وارث دی ، گاؤندے پھر دے

اُنج دے کوئی گھاہ نہ پاوے
اینویں بودے واؤندے پھر دے

ولیاں اگّے بول پئے سن
ھُن تک خیر مناؤندے پھر دے

اساں اینہاں تو کیہ لَینا اے
اسیں تے دُکھ ونڈاؤندے پھر دے

ہتھ سِراں تے رکھ کے طارقؔ
بھار سِراں دے لاؤندے پھر دے

••••••••

پنجابی غزل

اِکّو اِک وجود اے اودھا ، باقی صِفرے سارے
صِفرے جیہڑے سجّے پاسے ، اوہو ای ہُندے بھارے

اپنی ذات فنا کریئے تے چین اوہدے لشکارے
لاگے جا کے ویکھو ، اوہدے کم سلکھنے سارے

دنیا دی پروا نئیں کر دا ، لکّھ او پھُوکاں مارے
بلدا رئیندا دیوا ، جیہڑا جان اودھے تے وارے

اُتّوں اُتّوں ویکھن نوں تے ٹھنڈے دِسدے سارے
دل وچ پامبھڑ بلدے ، جھاتی سینے وچ جے مارے

بھُکِّم پانے لوکی وی تے مزدوری نوں جاندے
چنگے مندے سب ٹُر جاندے ، ہندے جد اشارے

دنیا اپنی چالے چلدی، کدوں کسے دے سُن دی
ساڈا اک بھروسا ، ساڈے کمّ تے ربّ سنوارے

کھیڈ مقدّر دی اے ساری طارق جے ، کیہ رَولا
قسمت ساتھ وی اودوں دیندی ، جد اوہ پار اتارے

....

اختتام

ڈاکٹر طارق انور باجوہ۔ ایف آر سی ایس کی ڈگری لینے کے بعد رائل کالج آف سرجنز آئرلینڈ ڈبلن۔ نومبر ۱۹۹۲



ڈاکٹر طارق انور باجوہ ضلع لائلپور حال فیصل آباد کے ایک گاؤں میں پیدا ہونے کے چند ماہ بعد ہی اپنے والدین کے ساتھ کنزی سندھ آگئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد 1970 میں کیڈٹ کالج حسن ابدال چلے گئے جہاں سے 1975 میں ایف ایس سی کیا۔ 1982 میں لیاقت میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کے بعد پاکستان فوج میں شمولیت کی۔ 1990 میں میجر کے عہدے سے استعفیٰ دے کر لندن آگئے۔ یہاں سے سرجری کی ڈگری ایف آر سی ایس لینے کے بعد تین سال کے لئے تنزانیہ، مشرقی افریقہ میں بطور ڈاکٹر کام کیا۔ واپس آکر جنرل پریکٹس کا شعبہ اختیار کیا۔

باقاعدہ شاعری کا آغاز جون سنہ 2020 سے کیا۔ ان کے درج ذیل مجموعہ ہائے کلام شائع ہو چکے ہیں۔

1۔ لبِ لباب 2۔ چاک دامانِ جنوں 3۔ ہم قدم، دم بدم 4۔ در آئینہ صفِ دوستاں

5۔ نصیبِ چارہ گری 6۔ بازگشت 7۔ پیتم بن من سُونا 8۔ روزنِ خانۂ دل

9۔ سرنامۂ نور 10۔ ایک اور ایک گیارہ 11۔ دربارِ خلافت میں نذرانۂ عقیدت و محبّت 12۔ برشگالِ نور